اخلاقیات

(ETHICS)

نویں اور دسویں جماعت کے لیے

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔

منظور کردہ: وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب سازی) حکومت پاکستان، اسلام آباد۔
موجب سرکلر نمبر F.6-8/2009 مورخہ 01 مارچ 2011
تیار کردہ: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فہرست مضامین

فہرست نصاب کلاس نہم

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	پہلا باب: مذاہب کا تعارف	
1-	مذاہب کی ذاتی اور نفسیاتی اہمیت	1
2-	مذہب، سماج اور اخلاق	6
	دوسرا باب: عالمی مذاہب	
3-	جین مت۔ تعارف اور ارتقا	18
	تیسرا باب: اخلاق واقدار	
4-	خدا کی عظمت	30
5-	عبادت گاہیں اور نظام ہائے عبادت	33
	انسانی رویوں پر اثرات	
	(ہندو دھرم، بدھ مت، زرتشت، مسیحیت، اسلام)	
	چوتھا باب: آداب	
6-	عبادت گاہوں کے آداب	58
7-	عوامی مقامات کے آداب	63
	1-دفاتر 2-بینک	63-65
	پانچواں باب: مشاہیر	
8-	امام غزالیؒ	72
	فلورنس نائیٹ انگیل	80

فہرست نصاب کلاس دہم

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	پہلا باب: مذاہب کا تعارف	
1-	مشکلات کے حل میں مذاہب کی رہنمائی	10
2-	گناہ اور جرم کا تصور	14
	دوسرا باب: عالمی مذاہب	
3-	مہاویر۔ تعارف اور بنیادی تعلیمات	23
	تیسرا باب: اخلاق واقدار	
4-	عبادت کے انسانی زندگی پر اثرات	33
5-	مذاہب عالم کی روشنی میں	47
6-	عالمی مذاہب میں اخلاقی اقدار	51
7-	انسانی کردار سازی پر احتساب کے اثرات	55
8-	مذہبی تعلیمات میں پابندی وقت	
	چوتھا باب: آداب	
9-	1-ریلوے اسٹیشن 2-بس اسٹینڈ	63-64
	3-ہوائی اڈا 4-بازار	65-66
	پانچواں باب: مشاہیر	
10-	ارسطو	69
11-	کانٹ	76
12-	سری اربندو	84
13-	فرہنگ	80

مصنفین: ☆ ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی ☆ ڈاکٹر محمد شفیع مرزا ڈائریکٹر مسودات: ڈاکٹر مبین اختر
نگران ☆ لیکہ خانم ☆ اصغر علی گِل ڈپٹی ڈائریکٹر گرافکس/ سینئر آرٹسٹ عائشہ وحید

ناشر: سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور پرنٹر: احمد طیب پرنٹرز سنگیاں لاہور

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد اشاعت	قیمت
2018ء	دوم	22	4,000	41.00

پیش لفظ

ایک زمانہ تھا کہ انسان غاروں میں رہتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ دنیا کی آبادی بڑھی تو انسان اپنی فطرت کے مطابق مل جل کر رہنے لگے۔ اس سے انہیں زندگی زیادہ خوش گوار محسوس ہوئی۔ وہ اسے مزید بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنے لگے۔ ایسے اصول وضوابط بنانے کی کوشش کی جانے لگی جن پر عمل کر کے زندگی اور زیادہ پُرسکون ہو جائے لیکن یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔ ترقی کی خواہش کی طرح اختلافات بھی انسانی فطرت کا حصہ ہیں۔ انسان سوچ، صلاحیت اور عمل کی قوت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس لیے جب کچھ اصول اور ضابطے طے پا جاتے تو کچھ عرصے بعد ان پر اعتراضات شروع ہو جاتے۔ آخر اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ کامیاب زندگی کے لیے وہی قانون اور ضابطے درست ہیں جو کائنات کے بنانے والے نے اپنے نیک بندوں کے ذریعے انسان کو سمجھائے ہیں اور اس خالق ومالک کو اللہ، رام، رحیم، واھگرو، یزدان کہتے ہیں۔ تاریخ کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف ادوار میں انسان صرف اسی دور میں پُرسکون رہا ہے جب وہ اس برتر ہستی کی ہدایات پر کاربند رہا ہے۔

مذاہب اخلاقیات کے ماخذ بھی ہیں اور انہیں پروان بھی چڑھاتے ہیں۔ ہم روزمرّہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ دیانت داری، صداقت، ہمدردی، دریادلی اور جذبہ خدمتِ خلق جیسی اقدار مذاہب ہی کی عطا ہیں۔ اگرچہ مذاہب مختلف ہیں لیکن یہ اخلاقی اقدار ایک جیسی ہیں۔ عملی زندگی میں آپ نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہو گا جن کا تعلق مختلف مذاہب سے ہوتا ہے لیکن وہ سب بنیادی اخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ دیانت داری، سچائی، دردِ دل اور دوسروں کا بھلا سوچنا ان کا وطیرہ ہوتا ہے۔ مذہب کی ہدایات پر صدقِ دل سے یقین رکھنے اور عمل کرنے والے ہمیشہ دوسروں کے دکھ سکھ میں شریک رہتے ہیں اور کسی قدرتی آفت کے موقع پر مذہب اور ملّت کی تفریق کے بغیر خدمتِ خلق میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ وہ کبھی دوسروں کا دل نہیں دکھاتے بلکہ ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ وہ صرف جھوٹ اور ظلم سے نفرت کرتے ہیں۔

مذاہب کی عطا کردہ اخلاقی اقدار تہذیبوں کو پروان چڑھاتی اور زندگی کے سلیقے سکھاتی ہیں۔ جب انسان غاروں میں رہتا تھا تو اس کا نظامِ زندگی اور رہن سہن اور تھا۔ پھر وہ قبیلوں میں بٹ کر رہنے لگا تو اُس کی زندگی کا چلن پہلے سے مختلف ہو گیا۔ اس دور میں نسلی تعصبات زیادہ اور قوتِ برداشت کم تھی۔ پھر مذاہب کی اقدار کی روشنی میں زندگی کا نیا سفر شروع ہوا تو ہمدردی، انسان دوستی، نیک گمان، برداشت اور رواداری نے جنم لیا۔ مختلف ادوار میں کئی ایک مذاہب پھلے پھولے مگر ان مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہوئی اور انسان پُرامن بقائے باہمی کے جذبے سے سرشار زندگی بسر کرتا رہا۔

پاکستان مسلم اکثریت کا ملک ہے لیکن اس میں مسیحی، ہندو، سکھ، بدھ، پارسی اور دیگر غیر مسلم اقلیتیں بھی موجود ہیں۔ یہاں ہندوؤں اور سکھوں کے مقدس مقامات بھی موجود ہیں اور ہر سال ہزاروں زائرین بیرونِ ملک سے ان مقدس مقامات کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ یہاں تمام مذاہب کے لوگوں میں باہمی اتحاد اور یگانگت پائی جاتی ہے اور کسی بھی ملک کی ترقی اور خوش حالی میں یہ اتحاد،

رواداری اور یگانگت بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں اقلیتوں کے حقوق کا تعین کر دیا گیا ہے اور ان کو مذہبی آزادی اور بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ دراصل بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کو پوری طرح احساس تھا کہ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی فرائض آزادی سے ادا کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے تشکیلِ پاکستان کے دوران خصوصاً جولائی اور اگست ۱۹۴۷ء میں اپنی تقاریر میں بار بار اس بات کا ذکر کیا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذاہب، عقائد، جان و مال اور ثقافت کا تحفظ کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی بقاء، ترقی اور خوش حالی کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں میں ہم آہنگی ہو وہ رواداری سے کام لیں اور ان کے آپس کے تعلقات خوش گوار رہیں۔

اخلاقیات کی اس درسی کتاب میں نہایت مفید اور معلومات افزا مواد شامل کیا گیا ہے۔ مذہب کی نفسیاتی اہمیت، اخلاقی اقدار بحرانوں میں اور جرائم کی روک تھام میں مذہب کا کردار، عالمی مذاہب کی عطا کردہ اخلاقی اقدار سے انسانی کردار کی تشکیل، عبادت گاہیں، عبادت کے طریقے اور انسانی رویوں پر عبادت کے اثرات، ارسطو، امام غزالی، عمانوئیل کانٹ، فلورنس نائیٹ انگیل اور سری اربندو جیسے مشاہیر کے افکار و کردار کو شاملِ نصاب کیا گیا ہے اسی طرح عالمی مذاہب میں سے جین مت اور مہاویر کی تعلیمات بھی شاملِ نصاب ہیں یہ معلومات طلبہ کے لیے مفید ثابت ہوں گی۔

اخلاقیات پڑھانے کے جو مقاصد طے کیے گئے ہیں زیرِ نظر درسی کتاب میں شامل مواد انہیں پورا کرتا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ نصاب پڑھ کر طلبہ معاشرے میں مفید اور مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔ وہ مذاہب کی بنیادی تعلیمات، اخلاقی اقدار اور سماجی زندگی کی قدر و قیمت جان کر اور مشاہیر کی زندگی کے عملی نمونوں سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو بدلیں گے اس طرح یہ کتاب طلبہ میں بلند اخلاق، رواداری، دوسروں کا احترام کرنے اور وسیع النظری جیسی صفات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔

ہم نے مقاصدِ تعلیم، اخلاقی تعلیمات کے خصوصی مقاصد اور طلبہ کی ذہنی سطح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان کے عطا کردہ نصاب کے مطابق یہ کتاب ترتیب دی ہے اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے ارکان پر مشتمل قومی جائزہ کمیٹی نے نہایت باریک بینی سے اس کا جائزہ لیا ہے اور اسے نصاب کے عین مطابق قرار دیا۔ امید ہے اساتذہ اور طلبہ اسے مفید پائیں گے۔ دوسری اشاعت سے پہلے اساتذہ کرام اور اخلاقیات کا مطالعہ کرنے والے افراد کی مثبت تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

مصنفین

باب 1

مذاہب کا تعارف

مذہب کی ذاتی اور نفسیاتی اہمیت

انسان کو زندہ رہنے اور جسمانی تقاضے پورے کرنے کے لیے ہوا، پانی، خوراک اور دیگر جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں پیدا کی ہیں۔ ان سے نہ صرف انسان بلکہ حیوان بھی بنیادی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ البتہ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے اس لیے جسم کے علاوہ روح کے تقاضے بھی ہیں، جنہیں پورا کرنے کے لیے مذہب انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

مذہب نہ صرف انسان کی فطرت میں داخل ہے بلکہ ہر دور میں انسان کی اہم ضرورت رہا ہے۔ خدائے برتر نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ اس کی رہنمائی کے لیے مذہبی رہنما بھیجے، کتابیں اور صحیفے اتارے اور زندگی بسر کرنے کے طور طریقے بتائے۔ جس طرح کسی مشین کا خالق، مشین کے استعمال کے لیے ہدایات تیار کرتا ہے، اسی طرح خدائے برتر نے انسان کو زندگی بسر کرنا سکھایا۔ مذاہب کو ماننے والے مانتے ہیں کہ خدائے برتر نے انسان کو ایسا نظام دیا ہے جو پوری انسانی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔

مذاہب بہت سے ہیں۔ اگرچہ الہامی اور غیر الہامی مذاہب تاریخ کے مختلف ادوار میں وجود میں آئے لیکن ان تمام مذاہب میں ایک بات مشترک ہے اور وہ ہے اخلاقی تعلیمات۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایک اخلاقی حس (Moral Sense) پیدا کر دی ہے جو اسے نیک اور بد کی تمیز سکھاتی ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس طرح یہ معیشت، سیاست اور معاشرت کی بنیاد بھی ہے۔ اسی اخلاق کے سنورنے سے تمام مسائل حل ہوتے اور اس کے بگاڑ سے معاشرے بگڑتے ہیں۔ اسی لیے مذہبی کتب کا بیشتر حصہ عقائد اور اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہوتا ہے بلکہ غیر الہامی مذاہب تو سراسر اخلاقی تعلیمات ہی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

مذہب اخلاقی تعلیمات کے ذریعے سے ہر شخص کی سیرت اور کردار میں تبدیلی لاتے ہیں۔ جب بہت سے افراد میں یہ تبدیلی آ جائے تو معاشرہ بدل جاتا ہے۔ مذہبی تعلیمات میں خدا خوفی، دیانت داری، انسانی ہمدردی، رفاہِ عامہ، درد دل اور حقوق و فرائض کا شعور شامل ہوتا ہے۔ مذاہب اچھی تعلیمات کے ساتھ ساتھ برے کاموں سے بچنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ ان امور میں انسان دشمنی، بددیانتی، دھوکہ دہی، چوری، جھوٹ بولنا اور نشہ کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ گویا اخلاقی قوانین اور اصول وضوابط ان احکام پر

مشتمل ہوتے ہیں جو بنی نوع انسان کے لیے مفید ہیں اور مذاہب ان کاموں سے اجتناب کرنے کا حکم دیتے ہیں جن سے فرد کی ذات یا دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ ان تعلیمات کے نتیجے میں آج بھی قدرتی آفات مثلاً زلزلے، طوفان، جنگ یا دہشت گردی وغیرہ کی حالت میں بے شمار مذہبی اور رفاہی تنظیمیں خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر سرگرم ہو جاتی ہیں۔

مذاہب عقائد کے ذریعے انسان کے دل و دماغ پر اثر کرتے اور اُسے اندر سے بدل دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان بُرے کاموں سے رک جاتا ہے اور دوسروں کی بھلائی کے کاموں میں حصہ لیتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا لالچ اور شہرت کا حصول شامل نہیں ہوتا۔ مذاہب میں بین الاقوامیت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ مذہبی قوانین اور اخلاقیات پر مشرق و مغرب میں عمل اور ان کا احترام بھی کیا جاتا ہے۔ مذہبی اصول و ضوابط ہمہ گیر ہوتے ہیں، چنانچہ دنیا بھر کے قانون ساز ادارے جو قوانین بناتے ہیں ان میں سے بیشتر قوانین مذہبی تعلیمات کی روشنی میں بناتے ہیں۔ مذہب کی اس عالمگیریت کی وجہ سے اس کے اثرات ہر دور میں اور ہر جگہ موجود رہے ہیں۔

انسان اور مذہب کا جنم جنم کا رشتہ ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پتھر کے زمانے میں بھی انسان کا کوئی نہ کوئی مذہب ہوتا تھا۔ اگرچہ علمِ نفسیات کا شمار قدرے جدید علوم میں ہوتا ہے لیکن مذہب اور نفسیات کا ہمیشہ آپس میں گہرا تعلق رہا ہے۔ آج سے تقریباً اڑھائی ہزار سال پہلے یونان میں علم النفس کی ابتدا ہوئی، تو اسے روح کا علم (knowledge of soul) کہا گیا۔ بعد میں نفسیات کو ذہن، شعور و لاشعور اور آخر میں کردار کا مطالعہ قرار دیا گیا ہے۔ گویا نفسیات ایسا علم ہے، جس میں ذہن اور کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مذہب بھی انسانی ذہن کو متاثر کرتا ہے اور انسانی کردار کی نشوونما میں معاونت کرتا ہے۔ اس لیے ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ دوسرے لفظوں میں مذہب اس بات پر زور دیتا ہے کہ افراد کے کردار میں تبدیلی لا کر انہیں انسانیت کی تعمیر کے لیے مفید بنایا جائے۔ نفسیات کیسے ہوتا ہے؟ اور کیوں ہوتا ہے؟ کی تشریح کرتی ہے جبکہ مذہب افراد کی کردار سازی کر کے انہیں معاشرے کے لیے مفید بناتا ہے۔

ہندومت، زرتشت، یہودیت، مسیحیت، اسلام، سکھ مذہب اور کئی دیگر مذاہب میں خدا کے وجود اور اس کے خالق کائنات ہونے کا تصور موجود ہے۔ ان تمام مذاہب میں زندگی، موت کے بعد کی زندگی اور آخرت میں جواب دہی کا تصور بھی موجود ہے۔ یہ عقیدے انسان کے اعمال کا رخ بتاتے ہیں۔ مذہب کی رو سے خدائے بزرگ و برتر نے انسان کو زندگی گزارنے کے احکام دیے ہیں۔ جبکہ نفسیات بتاتی ہے، کہ انسان کے اندر ایسی قوت موجود ہے، جو اسے لذت حاصل کرنے اور اپنی خواہشات پورا کرنے پر زور دیتی ہے۔ اس کے برعکس خدائے برتر نے انسان کے اندر ایک کل بنادی ہے جو اسے برے کاموں سے روکتی اور اچھے کاموں پر اکساتی ہے۔ اسے اخلاقی حس یا ضمیر کہتے ہیں۔ چنانچہ مذہب نے انسانی نفس کے تین اعمال ظاہر کیے ہیں کہ وہ اچھے برے امور میں تمیز کرتی ہے، اچھے کاموں کو بجالاتی ہے اور برے کاموں سے گریز کرتی ہے۔ نفسیات انسانی جبلتوں، کردار، شخصیت کی تعمیر اور شعور و لاشعور کے مباحث میں ان امور کو اہمیت دیتی ہے۔ اس طرح بعض اوقات نفسیات مذہب کی تصدیق اور تشریح کرتی ہے۔

مذہب علم کے ذرائع بتاتا ہے، جبکہ نفسیات یہ سکھاتی ہے کہ علم کیسے حاصل کیا جائے مثلاً مچھلیوں کا تیرنا، بچے کا پیدا ہوتے ہی دودھ پینا، بیا کا گھونسلا بنانا (یہ گھونسلا بناوٹ، تکنیک اور فن کا شاہکار ہوتا ہے) اور شہد کی مکھی کا چھتا بنانا وغیرہ ایسے فنون ہیں، جن کی کوئی تربیت نہیں دی جاتی۔ یہ علم جانداروں کو الہام کے ذریعے سے دیا گیا، جب کہ نفسیات اسے جبلت کہتی ہے۔

نفسیات ایک سماجی سائنس ہے اور مذہب کا موضوع معاشرہ اور فرد دونوں ہوتے ہیں۔ مذہب یہ کہتا ہے کہ انسان جو اچھا یا برا کام کرتا ہے اللہ نے اس کا ریکارڈ محفوظ کرنے کا بندوبست کر رکھا ہے اور روز محشر وہ اپنے اعمال سے انکار نہیں کر سکے گا۔ ماہرین نفسیات مثلاً سگمنڈ فرائیڈ، ژونگ اور ایڈلر نے انسان کے لاشعور کا جائزہ پیش کرتے ہوئے بتایا ہے، کہ انسان کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات تحت الشعور میں جوں کے توں محفوظ رہتے ہیں اور وقت ان پر کوئی منفی اثر نہیں ڈالتا۔

مذہب اخلاقی تعلیمات کے ذریعے برائی سے بچنے اور خواہشات پر قابو پانے پر زور دیتا ہے اور اُن میلانات کی بیخ کنی کرتا ہے، جو دوسروں کے لیے نقصان دہ یا تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ مذہب جذبات میں میانہ روی پیدا کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ جذبات کی شدت اور خواہشات کی کثرت سے کئی معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں اور بعض اوقات انسان خود بھی انتہا پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں مذاہب جرائم پر سزائیں دے کر نفسی گمراہیوں کی اصلاح کر دیتا ہے اور اس طرح یہ قانون کی قوت حاصل کر لیتا ہے، اور خوف سے امن کا ضامن بن جاتا ہے۔

مذہب جن اعمال اور افعال کو گناہ قرار دیتا ہے، ان سے فرد اور معاشرہ دونوں بچے رہیں، تو معاشرت میں جرائم کم ہو جاتے ہیں۔ مذہب کا انداز نہایت حکیمانہ ہوتا ہے۔ نفسیات بھی انسان پر فکر و کردار کی کمزوری واضح کرتی رہتی ہے تا کہ معاشرے سے اسے دور کیا جا سکے۔ جبکہ مذہب ان معاشرتی بیماریوں سے شفا دینے والا علاج تجویز کرتا ہے۔

مذہب انسان کا بہت بڑا نفسیاتی سہارا ہے۔ جب ایک فرد مشکلات میں گھر جاتا ہے، اس کا مال و متاع قدرتی آفات میں تباہ ہو جاتا ہے، اسے بیماریاں آ گھیرتی ہیں، یا اس کی فصلیں اجڑ جاتی ہیں تو اس کے عقائد اسے احساس محرومی سے بچا لیتے ہیں۔ مذہبی احکام کا پابند فرد خدائے بزرگ و برتر پر توکل کرتا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ وہ جو کچھ اس کے پاس ہے، وہ خدائے بزرگ و برتر ہی کی عنایت ہے، اور یہ کہ وہی رزاق ہے، تو ایسے میں اس کے دکھ دور ہو جاتے ہیں اور وہ پُر سکون رہتا ہے اور ہمت اور حوصلے سے دُکھوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ سچائی، انصاف، ایفائے عہد اور دیانت داری جیسی مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مذہب تو نفسیاتی علاج ہے۔

مذہب انسان کو کئی قسم کی نفسیاتی بیماریوں سے بچاتا ہے۔ حسد، کینہ، غیبت، بدگوئی اور انتقامی جذبے جیسی منفی سوچ سے انسان کے اندر کی کیفیت بدل جاتی ہے اور بدن کے اندر ایسی رطوبتیں پیدا ہوتی ہیں جو اندرونی نظاموں کے لیے تباہ کن ہوتی ہیں۔ مذہب ان قباحتوں سے بچنے کی نہ صرف تاکید کرتا ہے، بلکہ انھیں گناہ قرار دیتا ہے۔ اس کا مفید پہلو یہ ہے کہ انسان نہ صرف ذہنی خلش اور منفی سوچ سے بچ جاتا ہے، بلکہ وہ صحت مند سوچ بھی اپنا لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مذہب منفی سوچ کو روکتا ہے، بلکہ مایوسی

اور نا اُمیدی کو بھی برائی قرار دیتا ہے اور دوسروں کا بھلا اور مدد کرنے کی تلقین کرتا ہے اور اعتدال کی راہ پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ اس سے انسان کی شخصیت کے تعمیری عناصر توانا ہوتے ہیں اور مختلف قسم کے نفسیاتی روگ ختم ہو جاتے ہیں۔

سائنسی ترقی کے اس دور میں جہاں کینسر، شوگر اور بلڈ پریشر جیسی بیماریاں عام ہیں اور شراب نوشی اور دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال زیادہ ہو گیا ہے۔ ان سے نجات میں مذہب کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ مذہب جس طرح جنسی بے راہ روی کی روک تھام کرتا ہے اور زندگی میں میانہ روی اور توازن پر زور دیتا ہے اس سے جسمانی، ذہنی، جذباتی اور معاشرتی نشوونما بہتر ہو جاتی ہے اور ذہن پاک وصاف رہتے ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ مذاہب کی ذاتی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

2۔ مذہب اور نفسیات کا تعلق کیا ہے؟ دو مثالوں سے واضح کریں۔

3۔ "مذہب انسان کا نفسیاتی سہارا ہے اور یہ کئی بیماریوں سے بچاتا ہے۔" بحث کیجیے۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ انسان کی فطرت مادی وسائل کے علاوہ اور کس چیز کا تقاضا کرتی ہے؟

2۔ الہامی مذاہب میں کون سا عقیدہ انسان کو راہِ راست پر رکھتا ہے؟

3۔ مذہبی تعلیمات میں کس تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے؟

4۔ تحت الشعور میں کس قسم کے واقعات جمع ہوتے ہیں؟

5۔ مذہب اور نفسیات کا مشترک موضوع کیا ہے؟

6۔ مذہب کس قسم کی بیماریوں کا علاج کرتا ہے؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ مذہب .... تقاضے پورے کرتا ہے۔

(ا) جسمانی (ب) نفسیاتی (ج) روحانی (د) جسمانی اور روحانی

2۔ تمام مذاہب کی .... تعلیمات مشترک ہیں۔

(ا) معاشی (ب) اخلاقی (ج) معاشرتی (د) مذہبی

3۔ مذہب انسان میں اخلاقی تعلیمات کے ذریعے .... پیدا کرتا ہے۔

(ا) خداخوفی (ب) دیانتداری (ج) خدمت کا جذبہ (د) الف اور ج

4۔ تمام مذاہب میں..................کا تصور موجود ہے۔

(ا) آخرت میں جوابدہی (ب) موت کے بعد زندگی (ج) خدائے برتر (د) بداعمالی کی سزا

5۔ مذہب انسان کا بہت بڑا..................سہارا ہے۔

(ا) نفسیاتی (ب) اخلاقی (ج) جذباتی (د) ذہنی

(د) خالی جگہ پر کریں۔

1۔ مذہب انسان کی..................میں داخل ہے۔

2۔ تین بڑے مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور..................شامل ہیں۔

3۔ مذاہب اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے..................میں تبدیلی کے خواہاں ہوتے ہیں۔

4۔ مذہب اس لیے موثر ہے کہ انسان کو..................سے بدلتا ہے۔

5۔ مذہب انسان کو مختلف قسم کی نفسیاتی..................سے بچاتا ہے۔

6۔ مذاہب زندگی میں..................اور توازن پیدا کرتے ہیں۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ اخلاقی تعلیمات کے اہم نکات نوٹ کریں اور چارٹ بنا کر کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔

2۔ اپنے استاد سے پوچھ کر عالمی مذاہب پر لکھی گئی کسی کتاب کا مطالعہ کریں اور اہم باتیں دوسرے طلبہ کو بتائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو مضمون علم نفسیات کے بارے میں مختصراً بتائیں۔

2۔ طلبہ کو مذہب اور نفسیات کے موضوعات پر کتب نوٹ کرائیں۔

مذہب، سماج اور اخلاق

جس طرح ایک فرد کو جسمانی نشو و نما پانے اور زندہ رہنے کے لیے تازہ ہوا، خوراک اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح کسی معاشرے کو صحت بخش بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے اخلاقیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخلاق انسانیت کا وہ بنیادی جوہر ہے، جس کے بغیر کسی معاشرے کا زیادہ عرصے تک قائم رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے مذاہب جن کا بنیادی کام بنی نوع انسان کی رہنمائی ہے، ان کی تعلیمات کا بڑا حصہ اخلاقیات پر مبنی ہوتا ہے۔

فرد کی شخصیت اگرچہ مذہب اور عمرانیات کا موضوع ہے لیکن معاشرے کی اجتماعی تعمیر اور استحکام کو ہر دور میں زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ ارسطو اور افلاطون نے اپنی تعلیمات میں فرد کی بجائے اجتماعیت کی بات کی۔ ان کے خیال میں اخلاقیات کا مقصد بھی ایسا نظام بنانا تھا، جس میں عوام اپنے اخلاق کی تعمیر کر سکیں۔ معاشرے کو فرد پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے، کہ معاشرہ افراد کی تربیت کرتا ہے۔ ایک انسان کا ضمیر، صحیح اور غلط کا فیصلہ کرتا ہے اور یہ اجتماعی ضمیر کی آواز پر کان دھرتا اور اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر معاشرے کی اخلاقی اقدار پختہ ہیں، تو افراد پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے اور اگر چاروں طرف جرائم کی دنیا آباد ہو تو انسانی ضمیر خلش محسوس نہیں کرتا اور نہ وہ اپنے اخلاقی اصول پر قائم رہ سکتا ہے۔

سماج کو مضبوط اخلاقی بنیادوں پر اٹھانے اور قائم رکھنے کی ضرورت ابتدائی معاشرہ قائم ہوتے ہی محسوس کی جانے لگی تھی۔ لیکن سوال پیدا ہوا، کہ کوئی ایک فرد یا چند افراد ایسے قوانین بنا دیں تو کیا انھیں قبول کر لیا جائے گا؟ یہ انسانی فطرت ہے کہ جس قانون کو اس کا دل و دماغ نہ مانے وہ اس پر عمل نہیں کرتا۔ اس لیے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو بار بار توڑا بھی گیا ہے اور تبدیل بھی کیا گیا۔ اب انسان سوچنے پر مجبور ہوا کہ کوئی ایسی ہستی ہو جس کے قانون کو سب تسلیم کریں اسی سے بات بنے گی۔ اب مذاہب نے خدائے برتر کے قوانین بتائے۔ الہامی مذاہب نے بتایا کہ انسان کی زندگی کا دستور العمل کیا ہے؟ خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعے زندگی بسر کرنے کے عملی طریقے بھی بتائے۔ کتابیں نازل کیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مختلف اوقات میں الہامی مذاہب کے علاوہ بھی مذاہب پیدا ہوئے، پھلے پھولے اور ان کے بانیوں نے اخلاق کی تعلیم دی۔ سماج کے بگاڑ کو دور کرنے اور بدنظمی سے بچانے کے لیے مختلف اقوام کے قانون ساز اداروں نے قانون سازی بھی کی ہے۔ ان تمام اقدامات کا جائزہ لیا جائے، تو مذہب کی تعلیمات زیادہ موثر نظر آتی ہیں۔

مذاہب کی تعلیمات چونکہ انسانی فطرت کے قریب ہوتی ہیں اس لیے ایک فرد مذہب کی اخلاقی تعلیمات کو بہ آسانی قبول کرتا اور اپنی خواہشات کو بخوشی معاشرے کی خواہشات کے لیے قربان کر دیتا ہے۔ مذاہب کی تعلیمات عموماً پوری انسانیت کے لیے ہوتی ہیں۔ جب کہ ایک انسان یا ادارے کے بنائے ہوئے قوانین کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔

نظامِ اخلاق کسی قوم کی رسوم، عادات اور عقائد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس نظام کو بنانے میں مذہب سب سے اہم کردار ادا

کرتا ہے، کیوں کہ رسوم اور عادات عقائد سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ آب و ہوا، محلِ وقوع اور ایک قوم کے دوسری اقوام کے ساتھ تعلقات بھی اخلاق پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اخلاقیات کی تعلیم میں فرد کو بھی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اخلاقی تعلیمات اس کے کردار اور سیرت ہی کے لیے ہوتی ہیں۔ معاشرہ اس لیے اہم ہے، کہ انقلابی تبدیلیوں کو جگہ دیتا اور پائیدار بناتا ہے۔ مذاہب کی اخلاقی تعلیمات اس لیے موثر رہتی ہیں، کہ ان کا پیغام پوری انسانیت کے لیے ہوتا ہے اور یہ فوری نتائج کی طالب نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی نظر دوررس نتائج پر ہوتی ہے۔

مذاہب ہمیشہ سے اخلاقی اقدار کے علم بردار رہے ہیں۔ اخلاق میں رحم دلی، ایثار، اخوت، احسان اور جرأت مندی کے علاوہ بہت سی دیگر خوبیاں ایسی ہیں جو اکثر مذاہب میں مشترک ہیں۔ اسی طرح مذاہب نے جھوٹ، فریب، مکر، بددیانتی، قتل و غارت، ظلم اور نشہ کرنے سے منع کیا ہے، حتیٰ کہ اسلام میں انسان کی عزتِ نفس کا اتنا خیال رکھا گیا ہے کہ غیبت کو گناہ اور الزام دینے کو قانونی جرم قرار دیا ہے۔ مذاہب مختلف زمانوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے مطابق انسانی اخلاق کو بہتر بنانے کے لیے راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں مذہب کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے کے لیے مذہبی تعلیمات حاصل کرنی چاہئیں۔ تمام مذاہب نے انسانی جان اور عزت و آبرو کی حرمت کو بہت اہمیت دی ہے اور ظلم کی بنیاد پر کسی بھی شخص کے جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچانا ممنوع قرار دیا ہے۔

مذاہب اخلاقیات کے ماخذ ہیں۔ اس لیے ایک شخص کے انفرادی اخلاق کی بات ہو یا کسی قوم کے اجتماعی اخلاق کا ذکر، ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر اخلاقیات مذاہب سے اخذ کی گئی ہوتی ہیں اور مشرق و مغرب میں انھیں تسلیم کیا جاتا ہے۔ انسانی جان، مال اور عزت کا احترام، انفرادی اور اجتماعی آزادی، حقِ ملکیت اور تعلیم حاصل کرنے کے حق کو ہر مذہب اور قوم بنیادی انسانی حقوق کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔ اگر کوئی معاشرہ ان حقوق کا احترام نہ کرے تو دنیا اسے اخلاق سے عاری سمجھتی ہے اور وہ جلد ہی زوال کا شکار ہو کر مٹ جاتا ہے۔

محاسنِ اخلاق میں عدل و انصاف، شجاعت، عفت اور حکمت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کچھ شخصی اخلاقیات مثلاً دیانت داری، سچائی، صبر اور ایثار جہاں فرد کی قائدانہ صلاحیتوں کو پروان چڑھاتی ہیں وہاں ان سے معاشرہ بھی مضبوط ہوتا ہے۔ دوسری طرف انتقام، ظلم، حرص و ہوس، حق تلفی اور بددیانتی کو معاشرہ اور مذہب دونوں ناپسند کرتے ہیں۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسانی کردار ہی سے معیشت ترقی کرتی ہے۔ دیانت داری، حسنِ اخلاق، مناسب دام اور دوسروں کے حقوق کا احساس معاشی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ انسانی تہذیب معاشروں کی اخلاقی قوت سے تقویت پاتی ہے اور پروان چڑھتی ہے۔ اخلاقی جواز کے بغیر اُٹھایا گیا کوئی قدم کسی بھی قوم اور معاشرے میں پذیرائی حاصل نہیں کر پاتا۔

دنیا کی بہت سی قومیں، معاشرے اور افراد ظلم اور دوسروں کی حق تلفی سے محض اس لیے رکے رہتے ہیں کیونکہ وہ اسے مذہبی تعلیمات کے منافی سمجھتے ہیں اور موت کے بعد کی زندگی میں جواب دہی کا احساس انھیں جرائم سے باز رکھتا ہے یا معاشرتی اخلاق

دباؤ انھیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہے۔ گویا جہاں مذہب اور اخلاق کا تعلق نہایت گہرا ہے، وہاں دونوں کے مقاصد میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ دین روحانیت کا علم بردار ہوتا ہے اور جو معاشرے صرف عقل کی بنیادوں پر استوار ہوتے ہیں۔ ان میں بھی روحانیت کی اخلاقی اقدار موجود ہوتی ہیں گویا دین اور دانش میں تصادم نہیں، بلکہ ان کے مابین بڑی قربت ہے۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ اخلاق اور معاشرہ پر نوٹ لکھیں۔

2۔ ''مذہب کی اخلاقی اہمیت کیا ہے'' بحث کریں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ کسی معاشرے کی بقا کے لیے کون کون سے عوامل ضروری ہیں؟

2۔ اخلاقیات کے باب میں فرد اور معاشرے میں سے کس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے؟

3۔ انسانی ضمیر کس سے زیادہ متاثر ہوتا ہے؟

4۔ اخلاق کی دو امتیازی خوبیاں کیا ہیں؟

5۔ اخلاق کے بڑے بڑے ماخذ کون کون سے ہیں؟

6۔ چار محاسنِ اخلاق اور چار معائبِ اخلاق کے نام لکھیں۔

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ معاشرے کو صحت بخش بنیادیں فراہم کرنے کے لیے .... کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ا) معاشی استحکام (ب) سیاسی استحکام (ج) اخلاقی نظام (د) مستحکم منصوبہ بندی

2۔ صحیح اور غلط کا فیصلہ .... کرتا ہے۔

(ا) فرد (ب) معاشرہ (ج) ضمیر (د) دماغ

3۔ انسانی فطرت ہے کہ کسی قانون اور ضابطے کو .... قبول نہ کریں تو اس پر عمل نہیں ہوتا۔

(ا) افراد (ب) دانشور (ج) حکمران (د) دل و دماغ

4۔ نظامِ اخلاق کی تعمیر میں سب سے اہم کردار .... کا ہوتا ہے۔

(ا) قانون ساز اداروں (ب) معاشرے (ج) مذہب (د) دل و دماغ

5۔ معیشت کی ترقی کا انحصار .... پر ہوتا ہے۔

(ا) سرمایہ کاری (ب) انسانی کردار (ج) محنت (د) ذہانت

(د) صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لگائیے۔

1۔	فردی شخصیت مذہب اور نفسیات کا موضوع ہے۔	ص	غ
2۔	مذاہب کی تعلیمات انسانی فطرت کے مطابق ہیں۔	ص	غ
3۔	دین اور دانش باہم متصادم ہیں۔	ص	غ
4۔	نظام اخلاق کسی قوم کی رسوم، عادات اور عقائد کا مجموعہ ہوتا ہے۔	ص	غ
5۔	انسانی کردار معیشت کی ترقی میں کوئی حصہ نہیں لیتا۔	ص	غ

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ لائبریری جا کر کہانیوں کی کتابوں سے محاسن اخلاق پر کہانیاں پڑھیں اور فوٹو کاپی کروا کر فائل تیار کریں۔

2۔ کہانیوں کے تصویری البم جمع کریں۔ (پیاسا کوا اور لالچی کتا وغیرہ)

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو مختلف کہانیاں (مثلاً سبکتگین اور ہرنی، اور تین زخمی پیاسے سپاہی اور پانی پلانے والا) سنائیں اور انہیں آمادہ کریں کہ وہ بھی ایسی صفات اپنے اندر پیدا کریں۔

مشکلات کے حل میں مذہب کی رہنمائی

بدھ مت کے بانی گوتم بدھ نے ایک جملے میں اپنے مذہب کا فلسفہ بیان کیا ہے یہ کہ "یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان تقریباً اڑھائی ہزار سال پہلے بھی دکھوں، پریشانیوں اور مصائب میں گھرا ہوا تھا۔ اُس دور کی نسبت آج زندگی زیادہ آسان ہے لیکن انسان کو سکون اور اطمینان پھر بھی میسر نہیں۔ کتنے ہی ارب پتی افراد ہیں، جو نیند کی گولیاں کھا کر سوتے ہیں۔ غریب ہے تو وہ سو طرح کی مصیبتوں کا شکار ہے۔ جسے ذرا چھیڑیں دکھوں اور محرومیوں کی کہانی سنانے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو بعض اوقات اچانک، غیر متوقع اور ناپسندیدہ صورتِ احوال کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی بحرانی صورت حال افراد کے ساتھ ساتھ قوموں کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ان مشکلات سے نپٹنے کے لیے مذہب اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ایک دفعہ ایک معروف دانش ور عرب کے ایک صحرا میں خانہ بدوش بدوؤں کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ اچانک انھیں ایک آندھی نے آ گھیرا۔ اس طوفان میں حُسنِ اتفاق سے انسانی جانیں تو بچ گئیں مگر ان کا مال واسباب، اونٹ اور پانی کا ذخیرہ بڑی حد تک تباہ ہو گیا۔ بچ جانے والوں کے پاس صرف تن کے کپڑے رہ گئے تھے۔ وہ یقیناً پریشان تو ہوئے ہوں گے لیکن یہ کہہ کر کہ اللہ اور دے گا آگے چل پڑے۔ دانش ور ان کا توکل اور خدا پر پختہ یقین دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کا کہنا ہے کہ مادہ پرست معاشرے میں اگر ایسا واقعہ پیش آتا تو متاثرین شاید مایوسی کا شکار ہو جاتے۔ یہ ان کی مذہبی تربیت، عقائد اور توکل کا نتیجہ تھا کہ نہ صرف بحران سے اطمینان کے ساتھ باہر نکل آئے بلکہ اس میں مایوسی کا شکار بھی نہ ہوئے۔

شخصی زندگی کئی قسم کے بحرانوں کا شکار ہوتی ہے۔ اچانک وبا پھیلتی ہے اور ایک ایک گھر سے بیک وقت کئی کئی جنازے اٹھتے ہیں۔ سارے گھر میں صرف ایک فرد بچتا ہے۔ اس کی ذہنی کیفیات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک اور آدمی مالی خسارے کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا بال بال قرضے میں جکڑا جاتا ہے۔ اکلوتی اولاد کی موت، معذوری، گھر کے کسی بھی فرد کا پاگل پن اور اسی طرح کے کئی بحران ایک فرد کی زندگی کو اجیرن بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک قوم مالی مشکلات کا شکار ہو کر بحرانوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں سونامی جیسے طوفان تباہی مچا دیتے ہیں۔ زلزلے شہروں کے شہر الٹ دیتے ہیں۔ کوئی قوم جنگ اور جارحیت کا شکار ہو جاتی ہے اور ہزاروں لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، بہت سے معذور اور لاکھوں بے گھر ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے تمام نجی اور قومی بحرانوں میں بڑے حوصلے اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ حوصلہ صرف مذہب عطا کرتا ہے اور وہ ٹوٹے دلوں کا سہارا بنتا ہے۔

مذہب دو طرح سے انسانوں کے کام آتا ہے۔ مذاہب کی اخلاقی تعلیمات انسان کو دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے پر آمادہ کرتی ہیں اور دوسروں کی خدمت کے لیے تحریک پیدا کرتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رحم دلی، ایثار، سخاوت اور ہمدردی جیسی صفات مذہب ہی کی سکھائی ہوئی ہیں۔ اس لیے جنگ، زلزلوں یا کسی اور قدرتی آفت کے آنے پر مذہبی تنظیمیں اور ان سے

وابستہ افراد خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر انسانی خدمت کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ مریضوں کو دوائیں دیتے ہیں، معذوروں کا علاج کرتے ہیں اور اجڑے ہوئے لوگوں کو آباد کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مالی ایثار بھی کھلے دل سے کرتے ہیں۔ آب رسانی، خوراک مہیا کرنا اور ایسے بہت سے بھلائی کے کام کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ مشنری جذبے سے کیا جاتا ہے۔ غیر سرکاری تنظیموں کے لوگ بھی یہ کام کرتے ہیں، لیکن مذہبی لوگ خدمتِ خلق میں پیش پیش اور زیادہ سرگرم ہوتے ہیں۔

مذہب کا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے، کہ وہ انسان کو نفسیاتی حوصلہ دیتا ہے۔ انسان بسترِ مرگ پر پڑا ہو۔ تو دعا کررہا ہوتا ہے کہ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما، میں بہت کمزور انسان ہوں۔ مالی بحران کی صورت میں دوسرے اس کی مدد کو آتے ہیں۔ مذاہب میں آمدن کا ایک خاص حصہ غریبوں، بیواؤں، یتیموں، مقروض اور نادار لوگوں کے لیے وقف ہوتا ہے۔ اعزا کی موت کی صورت میں بھی مذہبی لوگ قدرے پر سکون رہتے ہیں کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ موت برحق ہے اور خدا کی طرف سے اٹل ہے۔ مریض اس لیے صبر سے بیماری کا سامنا کرتا ہے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ خدا سے محبت اور اس کے احکام کی تعمیل کی جائے تو سب کچھ آسان ہو جاتا ہے، نیز مذہبی حلقوں میں یہ یقین بھی پختہ ہے، کہ بیماری کے ذریعے ان کے گناہ کم ہوتے ہیں۔

مشکلات اور مصائب میں انسان خدا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ عبادت گاہوں میں لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ دعائیں کثرت سے مانگی جاتی ہیں۔ ایثار، قربانی اور دوسروں کی مالی مدد کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ خشک سالی جیسے بحران میں سب انسان آبادیوں سے باہر آ کر گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ یہ دعائیں ایک بڑا نفسیاتی سہارا بھی ہیں۔ تقدیر پر ایمان انھیں صبر اور اطمینان کی نعمت بخشتا ہے۔ اسی طرح موت کے برحق ہونے اور اس کے وقتِ مقررہ کے بارے میں یقین سے انسان جیتے جی مرنے سے بچا رہتا ہے۔

تمام مذاہب ہمیں امید کا درس دیتے ہیں۔ جب آدمی مایوس ہو جائے، تو اُسے کئی قسم کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً دل کا دورہ، پاگل پن، شریانوں کا پھٹ جانا وغیرہ۔ مذاہب اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ جو مصیبت بھی آئی ہے، خدا اسے دور کر دے گا، کیوں کہ یہ اسی کی طرف سے ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس طرح وہ ان انتہائی مشکل صورتِ حال میں بھی مطمئن اور پر سکون رہتا ہے۔ جب کہ مذہب سے دور شخص مصیبت سے نجات پانے کے لیے کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ بعض اوقات خودکشی کر کے جان سے گزر جاتا ہے۔

افراد کی طرح قومیں بھی بڑے بڑے بحرانوں کا شکار ہوتی ہیں مثلاً سیاسی بحران، جنگ کا مسلط ہونا، فکری بے راہ روی، جہالت کا دور دورہ وغیرہ۔ ایسے مواقع پر مذاہب رہنمائی کرتے ہیں اور صبر و حوصلے سے مشکلات کا سامنا کرنے کا درس دیتے اور حوصلہ عطا کرتے ہیں اور جو قومیں خدا سے مدد طلب کرتی ہیں۔ خدا ان کی مدد کرتا ہے اور وہ مشکلات پر قابو پا لیتی ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ مذہب بحرانوں میں ایک فرد کی کیا مدد کرتا ہے؟

2۔ قومی بحرانوں میں مذہب کیسے کام آتا ہے؟

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ گوتم بدھ کا اس دنیا کے بارے میں کیا نظریہ تھا؟

2۔ بہت زیادہ دولت کمانے والوں کو نیند کیسے آتی ہے؟

3۔ عرب بدوؤں کو کس خوبی نے بحران سے نکلنے میں مدد دی؟

4۔ شخصی زندگی میں کیسے بحران آتے ہیں؟ صرف نام لکھیں

5۔ چند قومی بحرانوں کی وضاحت کریں۔

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ بدتر حالات میں.................ایک بڑا سہارا بنتا ہے۔

(ا) مذہب (ب) روپیہ پیسہ (ج) قبیلہ (د) توکل

2۔ مذہب انسان کو.................دیتا ہے۔

(ا) حوصلہ (ب) نفسیاتی سہارا (ج) اخلاقی جرأت (د) تحریک

3۔ تمام مذاہب.................کا درس دے کر مایوسی کے اندھیروں سے نکالتے ہیں۔

(ا) خودی (ب) خداشناسی (ج) یقین کامل (د) امید

4۔ مذہب انسانی کردار میں.................پیدا کرتا ہے۔

(ا) رحم دلی اور ہمدردی (ب) ایثار اور سخاوت (ج) خدمت خلق کا جذبہ (د) تینوں

5۔ کسی بھی قومی بحران میں مذہب.................کا درس دے کر مشکلات سے نکالتا ہے۔

(ا) صبر و حوصلے (ب) توکل (ج) خودداری (د) خدمت خلق

(د) صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لگائیے۔

1۔ اخلاق انسانی معاشرے کی صحت بخش تعمیر کے لیے ضروری ہیں۔

2۔ اخلاق ہر انسان کا نجی معاملہ ہے۔

3۔ مذاہب اخلاقی اقدار کے علم بردار ہوتے ہیں۔

4۔ اخلاق ظلم کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

5۔ شخصی اوصاف کا تعلق معاشرے سے نہیں ہوتا۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ ایسی کہانیوں کا انتخاب کریں جن میں کوئی مصیبت کا مارا کسی اخلاقی سہارے کی وجہ سے بچ نکلا ہو۔ایسی چند چیدہ چیدہ کہانیوں کا مجموعہ تیار کریں۔

2۔ طلبہ گھر میں کسی بزرگ سے ایسی کہانیاں سنیں اور دیگر طلبہ کو بتائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ 2005ء میں کشمیر اور بالاکوٹ میں آنے والے تباہ کن زلزلے سے طلبہ کو آگاہ کریں اور طلبہ کو بتائیں کہ پاکستانی قوم اس بحران سے کیسے نکلی؟ اس میں خدمتِ خلق، لوگوں کے حوصلے اور توکل کا ذکر ضرور کریں۔

❁ ❁ ❁

گناہ اور جرم کا تصور

گناہ اور جرم کا وجود ازل سے انسان کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور وہ تاریخ کے کسی بھی دور میں اس تصور سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پا سکا۔ گویا یہ دونوں انسان کی فطرت اور سرشت میں داخل ہیں۔ اس لیے انسان اور جرم و گناہ ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔ لوگوں کے ایک ساتھ رہنے سے ایک دوسرے پر انحصار بڑھتا ہے، تو حقوق و فرائض کی ابتدا ہوتی ہے، اور جب حقوق پوری طرح ادا نہ کیے جائیں یا فرائض میں کوتاہی کی جائے تو حق تلفی وجود میں آتی ہے اور یہیں سے گناہ اور جرم جنم لیتے ہیں۔

گناہ اور جرم کے محرکات کیا ہیں؟ اور انہیں کم کرنے میں مذہب کیا کردار ادا کرتا ہے؟ اس سلسلے میں ماہرین کی آرا مختلف ہیں۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ جب انسانی ضروریات بڑھ جائیں، مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگے، وسائل کم ہو جائیں اور انسان تھوڑے پر راضی نہ رہے تو انسان اپنی ناجائز ذرائع سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے لگتا ہے۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ انسان صرف تفریح طبع کے لیے آلات خریدتا ہے، تو وہی تفریح کچھ عرصے بعد ضرورت بن جاتی ہے، جسے وہ چھوڑ نہیں سکتا۔ تفریح، لذت اور مزے کی طلب بھی جائز حدود سے بڑھ جائے، تو انسان تہذیب اور قانون کے دائرے سے نکل کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح وہ گناہ اور جرم کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس دلدل میں دھنستا ہی چلا جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں صحیح اور غلط، جائز اور ناجائز نیز گناہ و ثواب کے تصورات بھی مختلف ہیں۔ ایک معاشرے میں جو کردار اچھا سمجھا جاتا ہے، وہی کردار دوسرے ماحول میں قابلِ مذمت قرار پاتا ہے۔ بعض رسم و رواج بے شک غلط بھی ہوں، وہ معاشرے میں رواج پا جائیں، تو ایک مدت کے بعد انھیں اپنانے میں قباحت محسوس نہیں کی جاتی۔ اس کے باوجود کچھ اخلاقی خوبیاں اور خامیاں ایسی ہیں جن پر بہت سی قوموں اور مختلف معاشروں کا اتفاق ہوتا ہے اور یہی مذہب کے مقرر کردہ اصول ہیں۔

تمام مذاہب میں ایک ایسی برتر ہستی کا تصور پایا جاتا ہے، جو نہ صرف انسان اور پوری کائنات کی خالق بھی ہے اور اسے چلا بھی رہی ہے الہامی مذاہب کی یہ قدر مشترک ہے کہ انسان اپنے خالق کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اسی طرح مذہب زندگی گزارنے کا لائحہ عمل دیتا ہے اور اصول و ضوابط بھی۔ جنھیں کروڑوں انسان آج بھی تسلیم کرتے ہیں اور کروڑوں ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ بہت سے ممالک ان مذہبی ہدایات کے مطابق قانون سازی بھی کرتے ہیں۔ مذہب کچھ کام کرنے کے احکام دیتا ہے' اور کچھ کاموں پر پابندیاں عائد کرتا ہے۔ ان قوانین یا اصول و ضوابط کی خلاف ورزی گناہ ہوتی ہے۔

سماجی تحفظ کے لیے انسان تہذیبی دائروں میں رہ کر جو قانون سازی کرتا ہے۔ ان قوانین کی خلاف ورزی گناہ بھی ہوگی اور جرم بھی۔ اگر کسی ملک کا قانون مذہبی ہدایات و احکام سے الگ ہے، تو ایسے قانون کی خلاف ورزی اسی صورت میں جرم ہوگی جب قانون نے اس جرم کی سزا بھی، مقرر کی ہو۔ گویا گناہ کا تعلق الٰہیات سے ہے اور اس کی سزا موت کے بعد ہوگی جب کہ ملکی قوانین کی خلاف ورزی کی سزا ملک کا قانون اسی دنیا میں دیتا ہے۔

گناہ اور جرائم کی جڑیں انسانی فطرت میں گہرائی تک اتری ہوئی ہیں۔ اگر کسی معاشرے کا بڑا حصہ مذہبی احکام کا پابند ہے اور اس کی اقدار پر ایمان رکھتا ہے، تو اس معاشرے میں جرائم کی شرح کم ہوگی۔ اس لیے کہ خدا خوفی اسے اُس وقت بھی غلط کام سے روکتی ہے، جب اسے دوسرا کوئی انسان نہیں دیکھ رہا ہوتا۔ موقع ملنے کے باوجود وہ دوسروں کی حق تلفی نہیں کرتا، چوری اور بددیانتی سے باز رہتا ہے۔ کسی مجبوری یا تحسین کے بغیر رفاہِ عامہ کے کام صرف نیکی سمجھ کر کرتا ہے۔ اگر اس سے غلطی سرزد ہو جائے اور وہ کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو مذہبی یا ملکی قوانین کے خلاف ہو، تو گواہ نہ ہونے کے باوجود وہ اس کے ضمیر پر بوجھ بن جاتا ہے اور وہ اس کی تلافی کی کوشش کرتا ہے۔ گناہ کے ساتھ معافی کا تصور توبہ سے مشروط ہے۔

جرائم کا انسداد کیسے ہو؟ یہ ہر ملک، ہر قوم اور پوری انسانیت کے لیے اہم سوال ہے۔ قتل، ڈاکے، اغوا، دھوکے بازی اور عزت برباد کرنے سے لے کر غیبت، بدکاری، حسد، بغض اور کینہ پروری تک سیکڑوں قسم کے جرائم اور گناہ کیے جا رہے ہیں۔ آخر اس بین الاقوامی مرض کا حل یا علاج کیا ہے؟ اس کا تدارک دو طرح سے ممکن ہے۔

ایک یہ کہ الہامی مذاہب کے مطابق اس کائنات کو بنانے والی بزرگ و برتر ہستی کے قانون کو تسلیم کیا جائے، جس میں نہ صرف انسان کے جان، مال اور عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے، بلکہ کڑی سزاؤں کے ذریعے سے جرائم کی بیخ کنی بھی کی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ مذاہب میں عدل و انصاف پر زور دیا گیا ہے اگر عدل اور انصاف کے ضابطوں پر عمل کیا جائے تو جرائم نہایت کم ہو جاتے ہیں اور اگر غیر الہامی مذہب کی اخلاقی تعلیمات پر سچے دل سے عمل کرایا جائے، تو بھی نتائج بہتر ہو سکتے ہیں۔ مگر جرائم روکنے کے لیے سزا کا ہونا ضروری ہے۔ عملی دنیا میں اس کے بغیر جرائم کم نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جرم و گناہ پر قابو پانے کے لیے مذہب کی ہمیشہ اشد ضرورت رہے گی۔

مذاہب اس لحاظ سے بھی گناہ اور جرم کو روکنے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، کہ انسان کے اندر جواب دہی کا احساس یقیناً موجود ہوتا ہے، اور وہ موت کے بعد بڑی سزا سے بچنے کے لیے تنہائی اور سازگار مواقع ملنے پر بھی جرائم اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاں تک دیگر قوانین کا تعلق ہے، تو ایک ذہین مجرم قانون کو توڑتا ہے اور قانون کی گرفت میں بھی نہیں آتا۔ بعض اوقات تو قانونی تشریحات بھی اُسے سزا سے بچا لیتی ہیں۔ دوسرا طریقہ انسان کے بنائے ہوئے ان قوانین پر سختی سے عمل کرانا ہے، جو کسی ریاست یا قوم کے باشندوں کے لیے اور بین الاقوامی سطح پر تمام قوموں کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اگر ہر ملک اپنی حدود اور اقوامِ متحدہ دنیا بھر میں قانون کی عملداری کرائے اور انصاف کے تقاضے پورے کرے، تو بے شک سو فیصد جرائم کو ختم تو نہیں کیا جا سکتا مگر انھیں بڑی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک فلاحی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ جرائم کیوں ہوتے ہیں؟ اس بارے میں مختلف نظریات کا جائزہ لیں۔

2۔ جرائم کی بیخ کنی میں مذہب کا کردار پیش کریں۔

3۔ جرائم کی شرح کم کرنے کے لیے چند تجاویز تحریر کریں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ حقوق و فرائض میں توازن نہ رہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

2۔ گناہ اور جرم میں کیا فرق ہے؟

3۔ تین ایسے بڑے جرائم کے نام لکھیں جو جُرم کے ساتھ ساتھ گناہ بھی ہیں۔

4۔ جرائم روکنے کے لیے تین قسم کے قوانین کے نام لکھیں۔

5۔ تین بڑے الہامی مذاہب کے نام لکھیں۔

(ج) ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

1۔ گناہ اور جُرم:

(ا) ایک دوسرے کی ضد ہیں　(ب) ایک چیز ہیں

(ج) ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں　(د) آپس میں کوئی تعلق نہیں

2۔ جرائم بڑھ جاتے ہیں جب:

(ا) وسائل کم ہو جائیں　(ب) ضروریات بڑھ جائیں

(ج) اخلاقی تعلیمات کم ہو جائیں　(د) وسائل زیادہ ہو جائیں

3۔ تفریح طبع کے لیے خریدے گئے آلات کچھ عرصے کے بعد:

(ا) اکتاہٹ پیدا کرنے لگتے ہیں　(ب) شوق کو بڑھا دیتے ہیں

(ج) ضرورت بن جاتے ہیں　(د) بیکار ہو جاتے ہیں

4۔ مذاہب کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو جرائم:

(ا) ختم ہو جاتے ہیں　(ب) کم ہو جاتے ہیں

(ج) جوں کے توں رہتے ہیں　(د) پیدا ہونا بند ہو جاتے ہیں

5۔ جرائم کے خاتمے کے لیے سزا:

(ا) منفی کردار ادا کرتی ہے (ب) کوئی کردار ادا نہیں کرتی

(ج) مثبت کردار ادا کرتی ہے (د) ایک حد تک مفید رہتی ہے

(د) خالی جگہ پُر کریں۔

1۔ حق تلفی .... کو جنم دیتی ہے۔

2۔ ایک فعل جو ایک معاشرے میں قابلِ تحسین ہے وہ دوسرے میں .... ہو سکتا ہے۔

3۔ تمام الہامی مذاہب میں ایک برتر .... کا تصور موجود ہے۔

4۔ عدل سے کام نہ لیا جائے تو جرائم .... جاتے ہیں۔

5۔ قانون کی عمل داری سے جرائم .... جاتے ہیں۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ جرائم کی وجوہات کے موضوع پر ایک گروہی مباحثہ کریں۔

2۔ ''ندامت گناہوں کو دھو دیتی ہے'' اس موضوع پر اپنے استادِ محترم یا کسی بزرگ سے کوئی واقعہ پوچھ کر دوسروں کو بتائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ جرائم کے موضوع پر عنایت اللہ کا ناول ''خون جگر ہونے تک'' لائبریری سے لے کر پڑھیں اور طلبہ کو اس کا خلاصہ بتائیں۔

2۔ اخبارات کی جرائم کی رپورٹیں ملاحظہ کریں اور طلبہ کو ان کی وجوہات سے آگاہ کریں۔

باب
2
عالمی مذاہب

جین مت ـــــ تعارف اور ارتقا

یوں تو انسان کی زندگی کہیں بھی مذہب سے خالی نہیں رہی، لیکن ہندوستان کی سرزمین اس لحاظ سے زیادہ زرخیز ثابت ہوئی کہ یہاں ایسے مذاہب نے جنم لیا جنھوں نے تہذیبوں کو پروان چڑھایا۔ آریاؤں کی آمد کے بعد جو بڑے بڑے مذاہب یہاں پیدا ہوئے اور اب تک قائم ہیں، وہ ہندومت، بدھ مت اور جین مت ہیں۔ ان تینوں آریائی مذاہب میں عقائد اور رسوم کے باہمی اشتراک کے ساتھ، ان کا ثقافتی اور لسانی پس منظر بھی ملتا جلتا ہے۔ اسی لیے جین مت کا عمومی مطالعہ کرنے والے اسے دو دیگر آریائی مذاہب کی شاخ یا فرقہ سمجھتے ہیں۔ درحقیقت عقائد اور مذہبی فکر کے لحاظ سے یہ ایک الگ مذہب ہے۔ جبکہ دنیا بھر میں اس کے ماننے والوں کی تعداد چالیس لاکھ سے زائد ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جین مت کے ماننے والے یورپ، امریکہ اور کینیڈا میں بھی قیام پذیر ہیں۔

جین مت ساتویں صدی سے پانچویں صدی قبل مسیح کے دوران پروان چڑھا۔ اس کے ماننے والے اسے ایک ابدی اور لازوال مذہب سمجھتے ہوئے کہتے ہیں' کہ یہ مذہب سدا سے قائم ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ ان کے عقیدے کے مطابق اس میں مختلف زمانوں میں اصلاح کار اور رہبرو رہنما آتے رہے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے تیرتھنکر رسبھا اور آخری مہاویر تھے۔ ان تمام مصلحین نے طویل عمریں پائیں۔

جین مت میں آخری تیرتھنکر مہاویر کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیوں کہ انھوں نے جین مت میں دوررس تبدیلیاں کیں' اور اس کی اشاعت اور استحکام کے لیے بڑی خدمات سرانجام دیں۔ اسی بنا پر انھیں جین مت کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مذہب ان سے پہلے بھی موجود تھا۔ مہاویر کی تعلیمات کی بنیاد تیئیسویں تیرتھنکر پرشوناتھ کی تعلیمات پر رکھی گئی ہے جو کہ اپنے دور میں جین مت کے سربراہ تھے۔

جین مت کے بنیادی عقائد میں درج ذیل سات نظریے ایسے ہیں، جن میں ان کا مذہبی فلسفہ سمٹ آتا ہے:

1۔ کائنات صرف ایک بنیادی حقیقت نہیں، بلکہ کئی ایک حقیقتوں کا مجموعہ ہے اور ان میں روح سب سے بڑی حقیقت ہے۔ یہ شعور، علم، پاکیزگی اور کئی دیگر پسندیدہ صفات کی حامل ہے۔ ارواح کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

2۔ روح کی طرح غیر ذی روح بھی ازلی حقیقت ہیں۔ ان غیر ذی روح کے مظاہر بے شمار ہیں، مگر یہ بنیادی طور پر پانچ ہیں۔ ان میں ایک قسم مادہ (Matter) ہے۔

3۔ روح میں مادے کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔ کرم مادے کی ایک لطیف شکل ہے اور فضا میں ہر جگہ موجود ہے۔ یہ روح کی پاکیزگی کو آلودہ کر دیتی ہے۔

4۔ مادے کے روح میں راہ پانے سے یہ مادے کی قیدی بن جاتی ہے۔ جین مت کا عقیدہ ہے کہ ایسا خواہشات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر خواہشات کا خاتمہ کر دیا جائے تو ایسا نہیں ہوتا۔

5۔ روح میں مادے کی ملاوٹ کو روکا جا سکتا ہے۔ جین مت کے اخلاقی نظام میں خواہشات کو روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔

6۔ روح میں پہلے سے موجود مادے کو زائل کیا جا سکتا ہے۔ اس کام کے لیے جین مت میں کئی ریاضتوں کے ذریعے نفس کشی کی جاتی ہے۔

7۔ روح کی مکمل نجات مادے کی کثافتوں سے علیحدگی کے بعد ہی ممکن ہے اور اسی صورت میں اس کی فطری خوبیاں علم، شعور، پاکیزگی اور ابدی مسرت نمایاں ہوتی ہیں۔

دراصل جین مت کی تعلیمات کا مرکزی خیال یہ ہے، کہ روح کو مادے سے کیسے نجات دلائی جائے؟ اور اس مذہب کے سارے اخلاقی قوانین اور ضابطے ایک جین کی زندگی کا کامل احاطہ کرتے ہیں۔

جین مت پانچ غیر ذی روح اشیا کو بھی ابدی قرار دیتا ہے۔ ان میں پہلی چیز مادہ ہے، جس کے مظاہر بے شمار ہیں۔ دوسری چیز دھرم یعنی اصول حرکت ہے جس کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی۔ یہ حرکت کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا مچھلی کے لیے پانی۔ تیسری چیز ادھرم یا سکون ہے۔ حرکت کے برعکس چیزوں کے ساکن ہونے کے لیے سکون کا اصول لازم ہے۔ چوتھی ابدی حقیقت آکاش یا فضا ہے جو چیزوں کو جگہ فراہم کرتی ہے اور پانچویں چیز کال یعنی وقت ایک اٹل اور ابدی حقیقت ہے۔

جین مت بھی دیگر ہندوستانی مذاہب کی طرح آواگون کا عقیدہ رکھتا ہے، جس کے مطابق روح دنیا کے اندر مختلف جنموں کی شکل میں چکر لگاتی رہتی ہے اور نجات حاصل کیے بغیر یہ سلسلہ کبھی نہیں رکتا۔

جین مت کا ارتقا

عام طور پر مہاویر کو جین مت کا بانی تصور کیا جاتا ہے، لیکن جین مت کے عقیدے اور تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاویر کی پیدائش (۵۹۹ ق م) سے پہلے، جین مت نہ صرف موجود تھا، بلکہ مہاویر نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ جین مت گھرانا ہی تھا۔ البتہ اس وقت جین مت صرف ایک فرقہ تھا اور یہ ہندوستان کی مشرقی ریاست مگدھ تک محدود تھا۔ مہاویر نے نہ صرف جین مت کی اصلاح کی، بلکہ اسے منظم کیا اور اس کی اشاعت کے لیے کوشاں رہے۔ جس کے نتیجے میں یہ مذہب مگدھ کی قریبی ریاستوں میں پھلا پھولا اور مغرب میں بنارس تک پھیل گیا۔ جب ۵۲۷ ق م میں مہاویر اس دنیا سے سدھائے، تو اُس وقت ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ اگرچہ جین مت کے پیروکاروں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں البتہ ۱۴۰۰۰ سادھو اور ۳۶۰۰۰ سادھنیں اُس وقت دنیا میں موجود تھیں۔

مہاویر کے اس دنیا سے سدھارنے کے بعد اس کے گیارہ شاگردوں اور جانشینوں نے جین مت کی تبلیغ جاری رکھی اور آنے والی صدیوں میں اسے کئی حکمرانوں کی سرپرستی بھی مل گئی، جس سے جین مت پورے ہندوستان میں پھیل گیا۔ مہاویر کے بعد اُن کے آٹھویں جانشین بھدرا بہو کا نام اور کام، جین مت کی اشاعت میں اہم ہے۔ انھوں نے نیپال کا تبلیغی دورہ کیا اور جب شمال مغربی ہند میں قحط پڑا تو وہ بارہ ہزار سادھو لے کر جنوبی ہند چلے گئے۔ جہاں ریاست میسور میں جین مت کا جنوبی مرکز قائم کیا۔ دوسری صدی قبل مسیح میں اڑیسہ کے حکمران راجا کھارویل نے اور بعد میں اشوک کے پوتے راجا سمپراتی نے جین مت قبول کیا، تو سرکاری سرپرستی میں جین مت پھیلتا چلا گیا۔ اسی طرح شمال مغربی ہند میں شاک حکومت قائم ہوئی، تو جین مت کو شاک راجاؤں کی سرپرستی بھی حاصل ہوگئی۔ گپت راجاؤں کے عہد میں بھی جین مت کے پھیلاؤ میں سہولتیں میسر آئیں۔

۸۰ء میں جین مت کے پیروکار دو فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک گروہ شوئتامبر کہلایا۔ اس فرقے کے سادھو سفید لباس پہنتے اور عورتوں کو سادھو بننے سے منع کرتے ہیں۔ مہاویر کی نجی زندگی کے بارے میں بھی دونوں فرقوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ دوسرا فرقہ دگامبر کہلایا۔ اس کے سادھو ننگے رہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ خود مہاویر نے ریاضت کے دنوں میں لباس سے آزادی حاصل کر لی تھی۔ دگامبر فرقے کا یقین ہے کہ مہاویر نے شادی نہیں کی تھی۔ ان دونوں کے عقائد میں زیادہ اختلاف نہیں۔ ان دونوں فرقوں نے مختلف علاقوں میں جین مت کی تبلیغ کی۔

دگامبر نے سیاسی اثر و رسوخ سے کرناٹک اور دکن میں جین مت کی اشاعت کی۔ جین سادھو حکمرانوں اور امرا کے اساتذہ بنے۔ اس طرح بادشاہ، ملکائیں، وزیر اور فوجی جرنیل جین مت کے سرپرست بن گئے۔ کچھ جین مصنفین نے پراکرت اور سنسکرت میں مذہبی ادب پیدا کیا۔ شوئتامبر فرقے نے گجرات اور راجستھان میں جین مت پھیلایا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں چالوکیہ خاندان کا عہد حکمرانی جین مت کا سنہری دور تھا۔ پندرھویں صدی میں دگامبر فرقے میں کچھ اصلاحی تحریکیں بھی پیدا ہوئیں، جنھوں نے بت پرستی کے خلاف کام کیا اور جین مت کی اخلاقی تعلیمات کو عام کیا۔

بیسویں صدی کے آتے آتے جین مت نے کئی اتار چڑھاؤ دیکھے۔ اب انھوں نے سماجی خدمات شروع کیں۔ غریبوں اور بیواؤں کی مدد کی اور بوڑھے جانوروں کے لیے پناہ گاہیں بنائیں۔ جین مت چونکہ عدم تشدد کا پرچارک ہے اس لیے انھوں نے کاشتکاری اور فوجی خدمات چھوڑ کر تجارت کو پیشہ بنایا اور خاصے خوش حال ہوئے۔ ہندوستان سے ۱۹۶۰ء میں کچھ لوگ تجارتی سلسلے میں نائیجیریا اور یوگنڈا جا بسے۔ جب وہاں سیاسی حالات بگڑے، تو انھوں نے مغربی ممالک کا رخ کیا۔ اب یہ لوگ برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا میں آباد ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں چالیس لاکھ اور بیرونِ ہند ایک لاکھ جین مت کے پیروکار موجود ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ جین مت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

2۔ روح اور مادے کے بارے میں جین مت کے عقائد کیا ہیں؟

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ ہندوستان کے تین بڑے قدیم مذاہب کے نام لکھیں۔

2۔ اس وقت دنیا بھر میں جین مت کے ماننے والوں کی تعداد کتنی ہے؟

3۔ جین مت کے آخری تیرتھنکر کون تھے؟

4۔ جین مت روح کی نجات کے لیے کس بات پر زور دیتا ہے؟

5۔ جین مت اور ہندومت میں کون سا عقیدہ مشترک ہے؟

6۔ جین مت کے دو فرقوں کے نام لکھیں۔

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ ہندومت، بدھ مت اور جین مت میں مشترک ہیں۔

(ا) عقائد (ب) رسوم (ج) ثقافتی اور لسانی رشتے (د) الف، ب، ج

2۔ جین مت میں.................. تیرتھنکر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

(ا) پہلے (ب) دوسرے (ج) تیسرے (د) آخری

3۔ جین مت کے سات نظریوں میں سارا.................. سمٹ آیا ہے۔

(ا) مذہب (ب) فلسفہ (ج) مذہبی فلسفہ (د) علمی ورثہ

4۔ جین مت کا مرکزی خیال ہے۔

(ا) مادے کو فنا کرنا (ب) روح کو مادے سے نجات دلانا (ج) اصول حرکت (د) ادھرم یا سکون

5۔ مہاویر نے جین مت

(ا) کی اصلاح کی (ب) اسے منظم کیا (ج) اس کی اشاعت کی (د) الف، ب، ج

(د) صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لگائیے۔

1۔ جین مت کے ماننے والے اپنے مذہب کو لازوال سمجھتے ہیں۔

2۔ دگامبر کے اثر ورسوخ سے کرناٹک میں جین مت کو تقویت ملی۔

3۔ پرشوناتھ چوبیسویں تیرتھنکر تھے۔

4۔ 1980ء میں جین مت دو فرقوں میں بٹ گئے۔

5۔ جین مت پانچ غیر ذی روح کو اہم قرار دیتا ہے۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ انٹرنیٹ سے جین مت کے مقدس مقامات کی تصاویر حاصل کر کے البم بنائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو جین مت کے مراکز اور سادھوؤں کے بارے میں مزید معلومات دیں۔ سادھو کی اہم خصوصیات بتائیں۔

مہاویر ـــــــ تعارف اور بنیادی تعلیمات

مذاہب کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے، جتنی انسانی تاریخ کیوں کہ تاریخ کا کوئی دور مذہب سے خالی نہیں رہا۔ اگر تاریخ مذاہب کا مطالعہ کیا جائے، تو چھٹی صدی قبل مسیح مذاہب کی لیے نہایت اہم دکھائی دیتی ہے۔ اس صدی میں دنیا کے مختلف خطوں میں ایسی نامور شخصیات پیدا ہوئیں، جنھوں نے مذہبی تحریکوں کے ذریعے انقلاب پیدا کیے۔ چین میں کنفیوشس پیدا ہوئے اور کنفیوشی مذہب کے بانی قرار پائے۔ ایران میں زرتشت پیدا ہوئے اور وہ زرتشت مذہب کے بانی ہیں۔ ہندوستان میں گوتم بدھ نے اسی صدی میں جنم لیا اور وہ بدھ مت جیسے عالمی مذہب کے بانی بنے اور اسی صدی میں مہاویر نے جنم لیا اور وہ جین مت کے مصلح ٹھہرے۔

مہاویر (527ق م-599ق م) کا اصل نام وردھمان تھا۔ وہ ۵۹۹ قبل مسیح میں بہار کے قصبے وشالی کی نواحی بستی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سدھارتھ تھا اور وہ کنڈگرام (Kundgraam) کے حکمران تھے۔ اس طرح یہ ایک کھاتا پیتا گھرانا تھا۔ ان کی والدہ کا نام ترشالہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کی والدہ ایک برہمن خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ مہاویر کو بچپن ہی سے غور وفکر کی عادت تھی اور مذہب سے وہ فطری لگاؤ رکھتے تھے۔

مہاویر کا بھائیوں میں دوسرا نمبر تھا۔ اس لیے وہ باپ کے بعد حکمران نہیں بن سکتے تھے۔ انھوں نے والد سے دنیا چھوڑنے کی اجازت طلب کی، مگر انھیں اجازت نہ مل سکی۔ انھوں نے کھشتری خاندان میں شادی کی۔ ان کی بیوی کا نام یشودھا تھا۔ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام الوجا رکھا گیا۔ جب مہاویر کی عمر تیس سال کی تھی، تو ان کے والد فوت ہو گئے اور وہ بڑے بھائی سے اجازت لے کر تارک الدنیا ہو گئے۔ انھوں نے سخت ریاضتیں کیں۔ یہ ریاضتیں ان کے خاندانی مذہب جین مت کے مطابق تھیں۔ ان ریاضتوں کے دوران میں وہ ہر قسم کے لباس اور ہر قسم کی ملکیت سے دستبردار ہو گئے۔ اب وہ سادھو بن چکے تھے۔ ان کے پاس نہ تو کشکول تھا اور نہ پانی پینے کا پیالہ۔ اگر کیڑے مکوڑے ان کے بدن پر رینگتے یا انھیں کاٹتے تو وہ صبر اور حوصلے سے یہ اذیت سہہ لیتے۔ لوگ انھیں گالیاں دیتے، مارتے پیٹتے مگر وہ سب کچھ صبر سے برداشت کرتے۔ وہ اہنسا کے عقیدے کے مطابق عدم تشدد کے قائل تھے اور کسی زندہ چیز کو تکلیف نہ پہنچاتے۔ لگ بھگ بارہ سال انھوں نے اسی طرح گزار دیے۔ اب انھیں جین مت کے مطابق معرفت کا اعلیٰ مقام مل گیا اور وردھمان کی بجائے مہاویر (عظیم ہیرو) اور جین (فاتح) کے ناموں سے پکارے جانے لگے۔

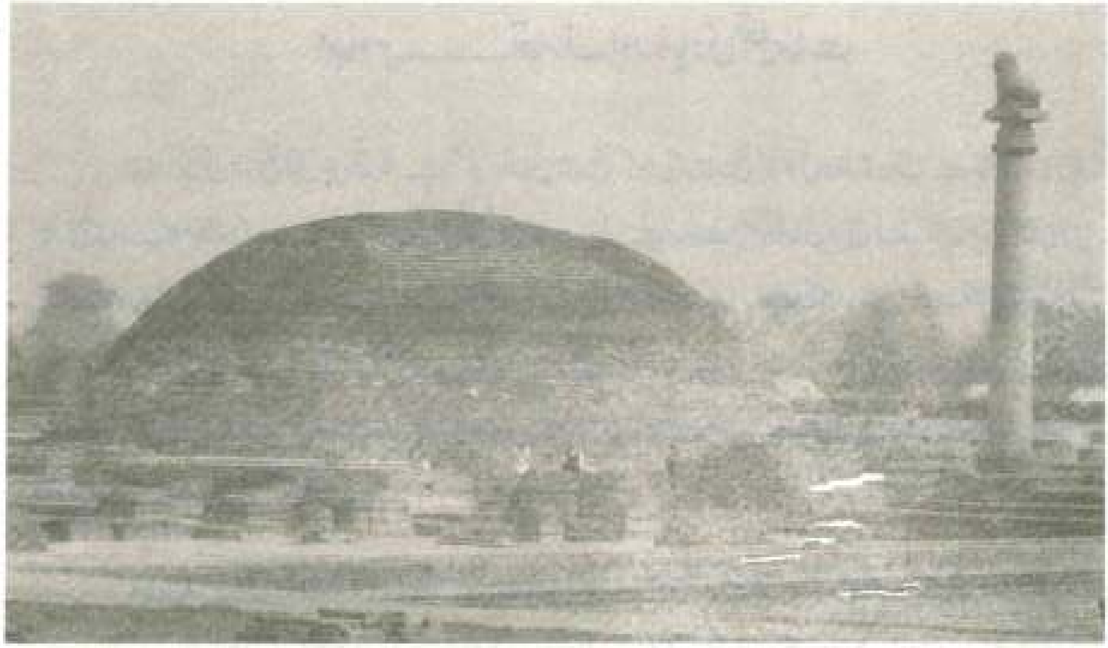

بھارت کے صوبہ بہار کا قدیم شہر وشالی جہاں مہاویر پیدا ہوئے

مہاویر نے زندگی کے آخری تیس سال جین مت کی رہنمائی اور اشاعت میں گزارے۔ ۵۲۷ قبل مسیح میں مہاویر پٹنہ کے قریب پاواپوری کے مقام پر اس دنیا سے سدھار گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں اور جانشینوں نے جین مت کی اشاعت اور ترویج کا کام سنبھال لیا۔

جین مت کی تعلیمات:

مہاویر نے اپنے عقائد کی بنیاد اپنے پیش رو پرشواناتھ کی تعلیمات پر رکھی۔ پرشواناتھ جین مت کے ۲۳ویں تیرتھنکر تھے اور وہ ساتویں صدی قبل مسیح میں جین مت کے پیشوا تھے۔ مہاویر کو ۲۴واں اور آخری تیرتھنکر شمار کیا جاتا ہے۔ مہاویر نے تعلیمات کے سلسلے میں دو اہم کام کیے، ایک تو سابق تیرتھنکرز کے افکار اور نظریات کو منظم کیا اور دوسرا یہ کہ سادھوؤں، سادھنیوں اور عوام کی مذہبی زندگی کے اصول و ضوابط طے کر دیے۔

جین مت کی تعلیمات جن ضابطوں اور قوانین پر مشتمل ہیں وہ اس قدر ہمہ گیر ہیں کہ ایک آدمی کی ذاتی اور معاشرتی زندگی کا کوئی گوشہ ان سے باہر نہیں رہتا۔ لیکن نجات کے لیے خواہشات کی نفی کے اس بلند معیار پر ایک عام آدمی فوری طور پر تیار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مہاویر کے عہد سے ساجی زندگی گزارنے والے عام جین کو یہ آزادی حاصل ہے کہ مثالی جین بننے تک ترکِ دنیا نہ کرتے ہوئے، اپنے آپ کو تیار کرتا رہے۔ البتہ جو لوگ جین مت کی تعلیمات کو مثالی صورت میں اپنانا چاہیں اور سادھو یا سادھنی بننا چاہیں انھیں کڑے معیار سے گزرنا ہوگا۔

جین مندر کی تصویر

جین مت کی تعلیمات کے چند نمایاں پہلو

خود ضبطی:

جین مت نفس کشی کو انسان کا اہم فریضہ قرار دیتا ہے اور نفس کشی یا خود ضبطی تین قسم کی ہے۔

- ☆ **دماغ کا ضبط:** اپنے جذبات پر قابو رکھنے سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور دھیان جما کر مشق کرنے سے ذہنی سکون اور دماغ کا ضبط حاصل کیا جاسکتا ہے۔
- ☆ **زبان کا ضبط:** زبان کو استعمال نہ کرنا زبان کا ضبط کہلاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے مختلف اوقات میں وقفوں وقفوں سے خاموش رہنے کی مشق کرنا ہوتی ہے۔
- ☆ **جسم کا ضبط:** جسم کے ضبط کے لیے بھوک پیاس، موسم کی سختی اور دیگر ایسے مراحل سے گزرنا ضروری ہے جو مشکل وقت میں پیش آسکتے ہیں۔ اس کے لیے بھوکا پیاسا رہنا، سخت بستر پر سونا اور موسم کی سختیاں برداشت کرنے کی مشق کرنا ضروری ہے۔ دراصل جین مت والوں کا عقیدہ ہے کہ فطرت کو تابع بنانے کے لیے جسم کو ایسے تیار کیا جائے، کہ وہ قطبین کی سردی اور منطقہ حارہ کی گرمی برداشت کر سکے، اور ہر قسم کی سختیاں برداشت کرنے کا عادی ہو جائے۔ ایک جین کے لیے بہادر، جفاکش اور محنتی ہونا ضروری ہے اور ایسا آدمی ہی کڑے حالات میں مشکلات کا سامنا کر سکتا ہے۔

اہنسا:

جین مت کی تعلیمات میں اہنسا یا عدم تشدد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حشرات الارض اور چرند پرند کا خیال رکھنا سادھو کی ذمہ داری ہے۔ یہ سادھو جانوروں کو تنگی سے نہیں باندھتے، ان کو مارتے نہیں، ذبح نہیں کرتے، زیادہ بوجھ نہیں لادتے، زیادہ کام نہیں لیتے اور خوراک دینے میں غفلت نہیں برتتے۔ ایسا نہ کرنا ان کے نزدیک پاپ (گناہ) ہے۔

گوشت خوری کو بڑا گناہ تصور کرتے ہیں۔ وہ ذبح خانوں کے بھی خلاف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ گوشت خوری سے اخلاق، صحت، حسن اور اقتصادیات کو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ دودھ سبزی پر گزارہ کرتے ہیں۔ بعض سادھو تو سبز پتوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ وہ سورج ڈوبنے کے بعد کھانا نہیں کھاتے، کہ غلطی سے کوئی کیڑا مکوڑا خوراک کے ساتھ اندر نہ چلا جائے۔

اخلاقی تعلیمات:

جین مت کی تعلیمات میں ترکِ دنیا اور عدم تشدد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لیے اس کی اخلاقی تعلیمات میں بھی ان کی جھلک موجود ہے۔ جین مت کی اخلاقی تعلیمات کے بنیادی اصول اور سات فروعی وعدوں، گیارہ مدارج اور سادھوؤں اور سادھنوں کے لیے اخلاقی اور روحانی ضوابط کو دیکھا جائے، تو اخلاقی تربیت کی جامعیت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اخلاقی تعلیمات کا مقصود نجات ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے تین چیزوں کا درست ہونا ضروری ہے۔ اس لائحہ عمل کو "جواہر ثلاثہ" کہتے ہیں۔

1۔ صحیح عقیدہ (سمیک درشن): جین تیرتھنکروں کو حقیقی مذہبی رہنما سمجھنا، جین کتابوں کو مقدس جاننا، نیز جین مت کے اولیا کی بزرگی پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اس کے علاوہ روح کا مادے سے نجات کے لیے سات بنیادی عقائد (ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے) پر ایمان لانے کے علاوہ آٹھ مطالبات پورے کرنا۔ تین قسم کے توہمات اور آٹھ قسم کے تکبرات سے پرہیز لازم ہے۔

2- صحیح علم (سمیک گیان): جین مت اشیا کے صحیح علم کے حصول کے لیے باطل علم کے زائل ہونے کو ضروری خیال کرتا ہے۔ ان کے نزدیک حواس و عقل کے ذریعے سے حاصل ہونے والا علم، مقدس کتابوں کا علم، غیب دانی کا علم، دوسروں کے خیالات و احساسات کا علم اور زبان و مکان کی قید سے آزاد علم کامل۔ یہ علم کی پانچ اقسام ہیں۔

3۔ صحیح عمل (سمیک چرتر): صحیح عقیدے اور صحیح علم کے بغیر صحیح عمل ممکن نہیں اور صحیح عمل وہ ہے، جو روح کو مادے کی آلودگی سے نجات دلاتا ہے۔

اخلاقیات کے پانچ اصول:

جین مت میں پانچ اخلاقی اصول ایسے ہیں، جن پر عمل کرنے کا ہر جین کو عہد کرنا ہوتا ہے۔ ان میں چار تو قدیم ہیں اور برہمچریہ کا مہاویر نے اضافہ کیا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

1- اہنسا (عدم تشدد): یہ جین مت کی تعلیمات کا بنیادی ستون ہے۔ اس کے مطابق ہر قسم کا جسمانی تشدد منع ہے۔ اسی میں شامل کرتے ہوئے خیالات اور گفتگو میں تکبر، نفرت، تعصب، عدم احتیاط اور دنیاوی لالچ بھی منع ہے۔

2- راست گفتاری (ستیہ): ہر جین کے لیے سچ بولنا لازم ہے اور مبالغے، عیب جوئی اور فضول گفتگو سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

3- چوری نہ کرنا (استیہ): عہد کرنا پڑتا ہے، کہ بلا اجازت کوئی چیز نہیں لے گا۔ اس کے علاوہ گری پڑی چیز اٹھانا، دھوکے سے کوئی چیز حاصل کرنا اور تجارت میں ناجائز منافع اور بے ایمانی بھی منع ہے۔

4- پاک بازی (برہمچریہ): یہ اصول مہاویر نے دیا ہے۔ اس میں اپنی عصمت و عفت کی حفاظت اور دوسروں کو شادی پر آمادہ کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ فحش گفتگو سے پرہیز لازم ہے۔

5- دُنیا سے بے رغبتی (اپری گرہ): دُنیاوی اشیا، دولت اور جائیداد سے بے رغبتی ضروری ہے۔ سادھوؤں کے لیے صرف چند چیزوں کی ملکیت کافی ہے جب کہ گرہستی جینوں کو اجازت ہے کہ وہ اپنے خاندان کی پرورش کے لیے محدود مال و دولت رکھ سکیں۔

یہ بنیادی عہد کرنے کے علاوہ سات فروعی عہد بھی عام جین کو کرنے پڑتے ہیں مثلاً وہ ایک خاص فضائی حد سے اوپر نہیں جائے گا، وہ محدود علاقے میں رہے گا اور مہینے میں چار خاص دنوں کے روزہ رکھے گا، کھانے پینے کی چیزوں سے ایک حد تک لطف اٹھائے گا اور سادھوؤں کو کھلائے بغیر خود کھانا نہیں کھائے گا۔

عام جین کے لیے یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ عمر کے آخری حصے میں یا کسی جان لیوا بیماری میں فاقے سے خودکشی کا عہد کرے۔ یہ اس کے لیے قابلِ تعریف موت ہوگی۔

سادھوؤں اور سادھنوں کے لیے اور بھی کڑا اخلاقی معیار رکھا گیا ہے۔ وہ ذاتی ملکیت میں صرف خیرات مانگنے کے دو برتن (ایک کھانے اور دوسرا پینے کے لیے)، تین ان سلے کپڑے (عورتوں کے لیے چار کپڑے) اور ایک جھاڑو رکھ سکتا ہے۔ وہ آنے والے کل کے لیے کچھ جمع نہیں رکھ سکتے۔ ان کے لیے رات کے وقت چلنا پھرنا اور کچھ کھانا منع ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لیے سر منڈوانا لازم ہے۔ اس کے علاوہ پانچ قسم کے ضبطِ نفس، پانچ قسم کی احتیاطیں، بارہ قسم کے مراقبے، بائیس قسم کی تکلیفیں سہنا اور چھے قسم کی ریاضتیں کرنا بھی ضروری ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ مہاویر کے حالاتِ زندگی تفصیل سے لکھیں۔

2۔ جین مت کے پانچ اخلاقی اصول بیان کریں۔

3۔ درج ذیل پر نوٹ لکھیں۔

(الف) خود ضبطی (ب) جواہر ثلاثہ (ج) اہنسا

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ جین مت کی معروف مذہبی شخصیات کے نام لکھیں۔

2۔ مہاویر کا اصل نام کیا تھا؟

3۔ مہاویر کے معنی کیا ہیں؟

4۔ جین مت کی تعلیمات کے دو اہم پہلو کون سے ہیں؟

5۔ مہاویر نے کہاں وفات پائی؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔

(ا) زرتشت (ب) مہاویر (ج) گوتم بدھ (د) تینوں

2۔ مہاویر کا مطلب ہے؟

(ا) بڑی شخصیت (ب) مذہبی رہنما (ج) عظیم ہیرو (د) مذہبی پیشوا

3۔ جین مت میں خود ضبطی سے مراد ہے؟

(ا) دماغ کا ضبط (ب) زبان کا ضبط (ج) جسم کا ضبط (د) تینوں

4۔ جین مت میں اخلاقیات کے.................اصول ہیں۔

(ا) تین (ب) پانچ (ج) سات (د) نو

5۔ جین مت میں سادھوؤں اور سادھنوں کے لیے.................منع ہے۔

(ا) ذاتی ملکیت رکھنا (ب) رات کو چلنا پھرنا (ج) رات کو کھانا (د) الف، ب، ج

(د) کالم الف کا ربط کالم ب سے کریں اور جواب کالم ج میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
مہاویر	اہنسا	
خود ضبطی	پرشوا ناتھ	
پیش رو	وردھمان	
قدیم جین مندر	دماغ کا ضبط	
عدم تشدد	وشالی	

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ مہاویر کے سوانحی کوائف کا چارٹ تیار کر کے کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔

2۔ نقشے میں ان ممالک کی نشان دہی کریں جہاں جین مت کے پیرو رہتے ہیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو جین مت میں تیرتھنکر اور سادھوؤں کے بارے میں مزید معلومات دیں۔

باب 3

اخلاق واقدار

خدا کی عظمت

جس طرح انسان اور مذہب کا گہرا تعلق ہمیشہ سے رہا ہے اسی طرح خدا کی ہستی کا شعور بھی ہمیشہ سے انسان کی فطرت کا حصہ رہا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں فلسفی، ادیب، سائنس دان اور دوسرے دانشوران سوالات پر غور وفکر کرتے رہے ہیں کہ کائنات کا بنانے والا کون ہے؟ اس کی صفات اور اختیارات کیا ہیں اور انسان کا اس کائنات میں کیا مقام ہے؟ ابتدا میں خدا کی ہستی ایک برتر ہستی کا تصور تھا اور انسان اُسے مختلف ناموں سے یاد کرتا تھا۔ البتہ سامی مذاہب (یہودیت، مسیحیت اور اسلام) میں خدا تعالیٰ کا تصور اور اس کی ذات اور صفات بہت واضح ہیں۔ ان مذاہب کے مطابق خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے زمین پر آباد کیا ہے۔ خدا کا یہ تصور آج بھی دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ تسلیم کرتا ہے۔

انسان ہر روز ایسے بے شمار مناظر دیکھتا ہے جو خدا کے وجود اور اس کی عظمت کی گواہی دیتے ہیں۔ ایسا ہزاروں سال سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ یہ ساری کائنات ایک نظم کے تحت چل رہی ہیں۔ سورج، چاند اور ستارے اور کائنات کا ذرہ ذرہ ایسے نظم میں پروئے ہیں کہ لمحوں کی تاخیر ہو تو ساری دُنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ یہ سب کچھ بغیر کسی بنانے والے اور چلانے والے کے ممکن نہیں، اگر غور کیا جائے تو انسان کی پیدائش اور ساخت میں خدا کی عظمت کی ہزاروں روشن دلیلیں موجود ہیں۔ ڈی۔ این۔ اے کی ساخت کی تازہ تحقیقات نے انسان کو حیران کر دیا ہے۔ خدا کے وجود اور عظمت پر دلائل دیتے ہوئے ایک مغربی مفکر پالے نے دلچسپ دلیل دی کہ ایک چٹان کو دیکھ کر تو شاید قیاس کیا جا سکے کہ وقت کے ساتھ ساتھ حالات کے تھپیڑوں سے یہ خود وجود میں آگئی ہے، لیکن ایک گھڑی کو دیکھ کر ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ کائنات کا نظم بھلا ناظم کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ آپ دیکھتے ہیں کہ زمین سے آسمانوں تک ساری کائنات جو ایک نظم کے تحت چل رہی ہے یقیناً اس کی پیدا کرنے والی ایک ذات ہے، جو اسے ایک نظم، قانون اور ضابطے کے تحت چلا رہی ہے۔ مذاہب اس ہستی کی ذات، صفات اور اختیارات کے بارے میں واضح تصور رکھتے ہیں، وہ اسے جو بھی نام دیں یہ بات طے ہے، کہ وہ خدا کی عظمت کے قائل ہیں۔

دنیا کے مذاہب کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ الہامی اور غیر الہامی مذاہب۔ الہامی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام شامل ہیں۔ ان الہامی مذاہب میں خدا کی عظمت کا اقرار ہی ان کے ایمان کی بنیاد ہے۔ وہ خدا کو کائنات کا خالق و رب سمجھتے ہیں بلکہ وہ ساری مخلوق کا پالن ہار ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور یہ کہ خدا تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر کوئی اور ہستی جامع الصفات نہیں ہے۔

سامی مذہب کی الہامی کتابوں میں خدائے بزرگ و برتر کے خالق اور رب ہونے کے بارے میں وضاحت سے بتایا گیا ہے۔ الہامی مذاہب کی تعلیمات کا بنیادی نکتہ خدا کی وحدانیت یعنی توحید رہا ہے۔ اسلام کی رو سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک انسانی ہدایت کے لیے تسلسل سے پیغمبر اور رسول بھیجے۔ اس دَوران میں لوگوں نے بھی ہر نبی اور رسول سے خدا کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں سوال کیے اور ہر نبی اور رسول نے خدا کی عظمت، فضیلت اور اس ذات کی صفات کھول کھول کر بیان کیں۔

غیر سامی مذاہب میں سے ہندومت میں خدا (پرماتما) کا تصور موجود ہے۔ ہندو، رام اور کرشن کو خدا ہی کا اوتار سمجھتے ہیں۔ البتہ ہندوؤں کا ایک گروہ دیوتاؤں اور اوتاروں کو خدا مانتا ہے۔ وہ ایک واحد قوت کی کثرت نمائی کے قائل ہیں۔ زرتشت خدا کی توحید کا قائل تھا بلکہ بعض محققین قرائن کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ زرتشت پیغمبر تھا۔ بعد میں جب بگاڑ پیدا ہوا تو اس کی تعلیمات میں نیکی اور بدی کے الگ الگ خداؤں کا تصور پیدا ہو گیا۔

گوتم بدھ نے خدا کی ذات، عالمِ بالا اور روح کے غیر فانی ہونے کے بارے میں سکوت اختیار کیا لیکن اس کے پیروکاروں کے ایک گروہ نے اسے خدا ہی کا اوتار سمجھ لیا۔ دورِ جدید میں سکھ مذہب خدا کی وحدانیت اور توحید کا ایک بڑا پرچارک ہے۔ بابا گرونانک دیوجی نے خالص توحید پر زور دیا ہے۔ مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت کا اقرار انسان کی تخلیق سے اب تک تسلسل سے کیا جاتا رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا کہ انسان اس پاک ذات سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیں۔

1۔ ''خدا کی ہستی اور عظمت'' پر نوٹ لکھیں۔

2۔ کون کون سے مذاہب خدا کی ہستی پر یقین رکھتے ہیں؟

(ب) مختصر جوابات لکھیے۔

1۔ سامی مذاہب کون کون سے ہیں؟

2۔ غیر الہامی مذاہب میں خدا کا تصور کیا ہے؟

3۔ الہامی مذاہب کی بنیاد کیا ہے؟

4۔ غیر الہامی مذاہب میں توحید پر سب سے زیادہ زور کس مذہب نے دیا؟

(ج) ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات دیے گئے ہیں درست جواب پر ✓ کا نشان لگائیے۔

1۔ خدا کی ہستی کا شعور

(ا) انسان مظاہرِ فطرت سے حاصل کرتا ہے (ب) انسان غور و فکر سے حقیقت تک پہنچتا ہے

(ج) انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ (د) خدا کو ماننے کے بعد آتا ہے

2۔ گھڑی کو دیکھ کر کائنات کے چلانے والے کا خیال آتا ہے۔ یہ خیال.................. کا ہے۔

(ا) ارسطو (ب) پالے (ج) امام غزالی (د) افلاطون

3۔ دنیا کے مذاہب.................. قسم کے ہیں۔

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

4۔ بدھ مت.................. میں شامل ہے۔

(ا) سامی مذاہب (ب) الہامی مذاہب (ج) غیر الہامی (د) کسی سے نہیں

5۔ گوتم بدھ نے خدا کی ہستی کا

(ا) اقرار کیا (ب) انکار کیا (ج) خاموشی اختیار کی (د) پہلے اقرار پھر انکار کیا

(د) سبق کو غور سے پڑھیے اور خالی جگہ پُر کیجیے۔

1۔ خدا کی ہستی کا شعور انسان کی.................. میں داخل ہے۔

2۔ انسان نے ہر دور میں خدا کی.................. تسلیم کی۔

3۔ لوگ پیغمبروں سے خدا کی.................. اور صفات کے بارے میں سوال کرتے رہے۔

4۔ اس زمانے میں.................. مذہب توحید کا بڑا پرچارک ہے۔

5۔ انسان خدا کی ذات سے.................. نہیں رہ سکتا۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ دو کالم کا ایک چارٹ مرتب کریں، جس میں ایک کالم میں مختلف مذاہب اور دوسرے کالم میں ہر مذہب کے سامنے اس کے خدا کا نام درج ہو۔

2۔ کرسمس اور عید الفطر کے بارے میں جو تصاویر شائع ہوتی ہیں، اخبارات سے ان تصاویر کا البم تیار کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ کائنات اور نظام فطرت (سورج، چاند، ستارے، موسم، زمین وغیرہ) کے حوالے سے ان کے بنانے والے کے بارے میں بچوں کی معلومات میں اضافہ کیا جائے۔

عبادت گاہوں اور عبادت کے طریقوں کے انسانی روّیوں پر اثرات

عبادت گاہیں کیسے وجود میں آئیں اور مختلف مذاہب میں عبادات کے نظام کیا کیا ہیں؟ یہ سب کچھ جاننے کے لیے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ایک برتر ہستی کا تصور ہمیشہ سے انسان کے ذہن میں رہا ہے، اور اسی ہستی کی رضا جوئی سے اطاعت اور عبادت کا تصور پیدا ہوا۔ اب یہ سوال کہ عبادت کیسے کی جائے تاکہ آقا و مالک خوش ہو جائے، تو اس سلسلے میں خدائے بزرگ و برتر کے بھیجے ہوئے نیک بندوں نے رہنمائی کی، یا مذاہب کے بانیوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ جب انسانوں نے مل کر عبادت کرنا چاہی، تو عبادت گاہیں قائم ہوئیں۔ یہ عبادت گاہیں مذاہب کے ماننے والوں کے عبادت کے طریقوں اور ضرورت کے مطابق بنائی ہوئی ہیں۔ آج دنیا بھر میں مختلف مذاہب کی لاکھوں عبادت گاہیں موجود ہیں جن میں ہر روز کروڑوں انسان عبادت کرتے ہیں۔ اس لیے اب ہم چند اہم مذاہب کی عبادت گاہوں اور عبادت کے طریقوں کا مختصر اذکر کرتے ہیں۔

مندر

الف۔ ہندو دھرم اور عبادت

ہندومت کے مطابق یہ دنیا آنے والی زندگی کے لیے تیاری کی جگہ ہے، اور عبادت آنے والی زندگی کی تیاری میں راہنمائی اور مدد فراہم کرتی ہے۔ یا عبادت دنیاوی ضرورتوں کی طلب کا ایک انداز ہے۔ ہندومت میں عبادت گاہ کو "مندر" کہتے ہیں۔ ان مندروں میں مورتیاں سجائی ہوتی ہیں۔ مندر کو خدا کا گھر تصور کیا جاتا ہے۔ یہاں رکھی ہوئی مورتیاں خدا کی صفات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ جس کی مورتی کو یہاں سجایا جاتا ہے، وہیں اس کا استقبال اور سیوا کی جاتی ہے۔ مثلاً شری رام چندر مہاراج، شری کرشن مہاراج، شری شیو شنکر، ہنومان دیوتا، دیوی ماتا اور دیگر مورتیاں۔ یہ مندر چھوٹے بڑے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ گھروں

میں بھی عبادت گاہیں ہوتی ہیں۔ بڑے گھروں میں عبادت کا ایک الگ کمرہ ہوتا ہے اور چھوٹے گھروں میں گھر کا کوئی گوشہ عبادت کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ عورتیں زیادہ تر گھروں میں ہی عبادت کرتی ہیں۔ مندروں کے علاوہ کچھ اور مقامات بھی ہندوؤں کے لیے نہایت مقدس ہیں جیسے وارانسی اور ہری دوار (گنگا کے کنارے) وغیرہ۔ مختلف مقامات جہاں خصوصی مذہبی تقریبات ہوتی ہیں۔ وہ بھی عبادت گاہیں تصور ہوتی ہیں۔ کنبھ کا میلا بھی ایک مقدس تہوار ہے۔ جو تین سال بعد چار جگہوں پر باری باری لگتا ہے۔ ہندو بعض جانوروں مثلاً گائے، بندر، سانپ وغیرہ کو بھی مقدس سمجھتے ہیں اور ان کی سیوا کرنا عبادت تصور کیا جاتا ہے۔ گنگا میں اشنان کو بھی سعادت سمجھا جاتا ہے۔ گنگا جل سے اشنان کرنے سے آدمی پوتر ہو جاتا ہے۔

ہندومت میں عقائد کی رنگارنگی ہے اور ان کے کئی مذہبی فلسفے ہیں۔ اس لیے ہر ایک کا تصورِ عبادت الگ ہے۔ مثال کے طور پر فلسفہ یوگ میں جسمانی ریاضتوں کا دخل زیادہ ہے۔ فلسفہ ویدانت میں مراقبے اور غور وفکر سے عرفان حاصل کرنے پر زور ہے۔

مندروں میں مورتیوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ رقص وسرود، تالی پیٹنا اور گانا بجانا ہندومت میں عبادت کا حصہ ہیں۔ اسی طرح بھجن گانا، مورتیوں کی سیوا، چراغ جلانا اور قربانی بھی عبادت کا حصہ ہیں۔ عموماً لوگ مندر میں پھول اور پھل لے کر جاتے ہیں۔ صندل اور چاول بھی مورتیوں کو ارپن (پیش) کیے جاتے ہیں۔ مورتی کی گردن میں پھولوں کی مالا ڈالی جاتی ہے اور چراغ جلا کر مورتی کے اردگرد چکر لگائے جاتے ہیں، جسے پر کرما کہتے ہیں۔

ہندومت میں صبح اٹھ کر روزانہ اشنان کرنا عبادت کا حصہ ہے۔ اس کے بعد گھر یا مندر میں بیٹھ کر پوجا کرتے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں سے مودبانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ عبادت میں پھول، پھل، غلہ اور گھی لنگر کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔ نقد رقم بھی دان دھرم کی جاتی ہے اور کہیں کہیں جانور بھی بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ یہ نذرانے خود یا پھر پروہت کے ذریعے چڑھائے جاتے ہیں۔

ہندومت میں عبادت انفرادی طور پر کی جاتی ہے البتہ بھجن اور دیگر مذہبی گیت گروپ کی شکل میں جوش وخروش سے گائے جاتے ہیں۔ کچھ رسومات صرف سنسکرت کے عالم اور پروہت ہی سرانجام دیتے ہیں۔ یہ عام طور پر برہمن ہوتے ہیں۔ ہندومت میں برہمن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ گھروں اور مندروں میں عبادات، مذہبی تقریبات اور دیوتاؤں کے ساتھ معاملات میں وہ نمائندگی کرتے ہیں۔ ہر ہندی مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو برہمن روزہ رکھتے ہیں اس طرح سال میں چوبیس روزے بنتے ہیں۔ بعض کاتک کے ہر دوشنبہ کو بھی روزے رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہندو جوگی چلہ کشی کے دنوں میں کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔

گھروں میں جہاں مُورتی رکھی جاتی ہے وہ جگہ پوتر سمجھی جاتی ہے۔ عبادت میں مورتیوں کو غسل دینا، مقدس نشان لگانا (تلک)، کافور جلانا اور گھنٹی بجانے کے کام شامل ہوتے ہیں۔ دعائیں بھی مانگی جاتی ہیں اور خوراک کی قربانی بھی دی جاتی ہے۔ مورتیوں کو پھولوں اور زیورات سے بھی آراستہ کیا جاتا ہے۔ رقص وسرود کو بھی عبادت کا حصہ سمجھا جاتا اور مندروں میں رقص وسرور کی عبادات کے لیے باقاعدہ سٹیج بھی سجائے جاتے ہیں۔

ب۔ بدھ مت اور عبادت

بدھ مت میں بزرگ و برتر ہستی یا خدا کا تصور موجود نہیں اور دنیاداری سے بھی پرہیز کیا جاتا ہے، تو کسی سے بھی کچھ مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے عبادت کیوں کی جائے؟ لیکن نظامِ فطرت ایک خاص انداز میں چل رہا ہے اور اسے سارے انسان مل کر بھی بدل نہیں سکتے۔ بدھ مت میں اخلاقی تعلیمات پر زور ہے، نجات اور نروان حاصل کرنے کے لیے غور و فکر اور مراقبہ ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔

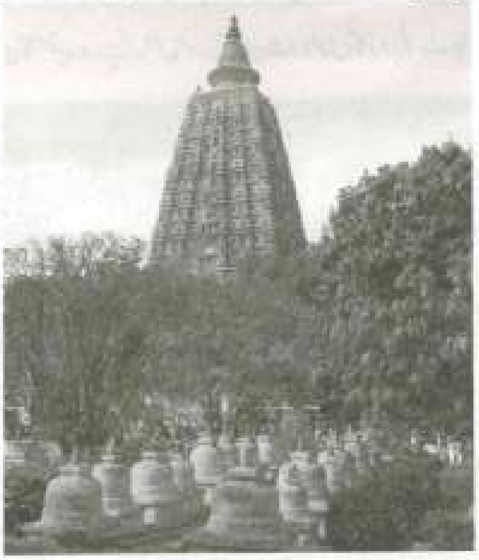
بدھا ٹیمپل (وہارا)

انسان کو پوجا کے لیے ''الٰہ'' چاہیے چنانچہ بدھ مت کے مہایان فرقے نے بدھ مت کے تصورِ الٰہ کی کمی کو دور کر دیا۔ وہ بدھا کو غالب ہستی مانتے ہیں۔ یہ ماننے کے بعد اسے بلانے اور پکارنے کا تصور پیدا ہوا۔ جس سے پھر عبادت کا جواز مل گیا۔ اب بدھا بُت بن گیا، راہبوں نے پروہتوں کی جگہ لے لی اور خانقاہیں مندر بن گئیں۔ بدھ مت میں عبادت گاہ کو وہارا کہتے ہیں۔ بنکاک، کولمبو، کینڈی اور رنگون میں دو منزلہ خانقاہیں موجود ہیں۔

بدھوؤں کا ہنایانا گروہ اپنے پرانے عقائد پر آج بھی قائم ہے۔ اس لیے ان کے ہاں کسی خدا کا تصور موجود نہیں ہے۔ وہ

بدھوؤں کا ہنایانا گروہ اپنے پرانے عقائد پر آج بھی قائم ہے۔ اس لیے ان کے ہاں کسی خدا کا تصور موجود نہیں۔ وہ بدھا کو اُستاد اور کامل انسان مانتے ہیں۔ اس فرقے کے پیروکار آج بھی جنوبی ہند میں موجود ہیں۔
فرائض ''لامہ'' سرانجام دیتا ہے۔ بدھ مت کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ لامہ خبیث قوتوں کو بھگانے کی قدرت رکھتا ہے۔ سری لنکا میں بدھ کے تبرکات کی پوجا کی جاتی ہے۔ جس کے لیے لوگ خاص جگہ پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ راہب مقدس کتاب پڑھ کر سناتا ہے۔ یہ عبادت خاص تہواروں یا چاند کی پہلی تاریخ کو کی جاتی ہے۔ بدھوں کے ہاں روزہ بھی رکھا جاتا ہے۔

بدھ مت میں مراقبے اور نجات کے لیے آبادیوں سے دور جنگلوں اور غاروں میں گیان حاصل کرنا پڑتا ہے اس لیے بھکشو آبادیوں سے دور رہتے ہیں۔ جو شخص بھکشو بننا چاہے، اسے دنیاداری ترک کرنے کا عہد کرنا پڑتا ہے۔ وہ چوری، زنا، جھوٹ، رقص و سرود سے گریز کرتا ہے۔ نیز دوپہر کے بعد کھانا کھانے سے بھکشو کو بچنا ہوتا ہے۔

خیرات مانگنا بدھ مت میں عبادت کا حصہ ہے چنانچہ غاروں میں رہنے والے بھکشو بھی یہ فرض پورا کرتے ہیں۔ برسات میں بدھ باہر نہیں نکلتے اور مقدس کتاب پڑھتے رہتے ہیں۔

ج۔ زرتشت اور عبادت

زرتشت آتش پرست ہیں اور ان کا عبادت خانہ "آتش کدہ" کہلاتا ہے۔ ان کے ہاں عبادت نہایت سادہ، اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے خالی ہوتی ہے۔ وہ پانی، ہوا اور آگ کو یزدانی قوت کے مظاہر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن سمندر یا ہوا کو سامنے رکھنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ اس لیے وہ آگ کو سامنے رکھ کر پرستش کرتے ہیں۔ وہ آگ کے سامنے مقدس منتر گاتے رہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس طرح خبیث روحوں کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ آگ عموماً صندل کی لکڑیوں سے جلائی جاتی ہے۔

زرتشتیوں کی عبادت گاہ

زرتشت آگ کی عظمت کا یہ جواز بھی پیش کرتے ہیں کہ آگ سامنے رہے تو انسان کو اپنا انجام کار یاد رہتا ہے کہ وہ صرف راکھ کا ڈھیر ہے۔ ہندو پاک میں زرتشت پارسی کہلاتے ہیں۔ پارسیوں کے ہاں خدمتِ خلق اور خیرات دینے کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ زرتشت کے پیروکار ایران میں بھی پائے جاتے ہیں۔

روزہ اور زکوٰۃ کا تصور صرف اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دیگر مذاہب میں بھی یہ عبادات شامل ہیں۔ پارسیوں میں روزہ موجود تھا اور مذہبی پیشواؤں کے لیے روزہ رکھنا لازم تھا۔

د۔ مسیحیت اور عبادت

گرجا

مسیحی مذہب کی تاریخ دو ہزار سال پرانی ہے اور مسیحیوں کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ ان کی عبادت گاہ کو چرچ یا گرجا گھر کہا جاتا ہے۔ یہ مسیحی مذہب کی عبادت گاہ بھی ہے۔ یہ عمارت مستطیل اور لمبی ہوتی ہے۔ ان کے ہاں عبادت اس قربانی کا شکرانہ ہے جو یسوع مسیح نے تمام انسانوں کی نجات کے لیے دی ہے۔ مسیحی مذہبی رسومات کے مطابق اجتماعی عبادات گرجا گھروں میں مذہبی رہنما کی قیادت میں ادا کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ گھر میں یا عبادت گاہ سے دُوری کی بناء پر، پاک قربانی کے علاوہ، انفرادی عبادت، یا شخصی دعا بحیثیت مسیحی کسی جگہ پر بھی ادا کی جا سکتی ہے جبکہ پاک قربانی کی عبادت صرف گرجا گھر میں پادری کی راہنمائی میں ہی ادا کی جاتی ہے۔ عام مسیحی پاک قربانی کی عبادت مومنین کی جماعت (کلیسا) کی قیادت میں کر سکتا ہے۔

مسیحی ابتدا میں ہیکل سلیمانی ہی میں عبادت کرتے تھے۔ پہلا گرجا گھر یروشلم میں تعمیر ہوا۔ اتوار کا دن عبادت کے لیے مقرر ہے۔ اس روز اُن تمام ممالک میں چھٹی ہوتی ہے جہاں مسیحیوں کی اکثریت یا حکومت ہے۔ عبادت کے طریقوں میں حمد خوانی، بپتسمہ اور عشائے ربانی زیادہ اہم ہیں۔

1- حمد خوانی: حمد خوانی کے لیے مسیحی ہر صبح گرجا گھر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور دوران تلاوت میں تمام لوگ کھڑے رہتے ہیں اور آخر میں گھٹنے جھکا کر دعا کی جاتی ہے۔ مسیحی عبادات کا ایک حصہ گیتوں کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔

2- بپتسمہ: بپتسمہ کے لفظی معنی پانی میں ڈالنا، ڈبونا یا نکالنا۔ مسیحی مذہب کا رکن بننے کے لیے بپتسمہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ بپتسمہ دینے کے طریقوں میں کیتھولک فرقے اور باقی فرقوں میں اختلاف موجود ہے۔ کیتھولک کلیسا چھوٹے بچے کو والدین کی موجودگی میں بپتسمہ کی رسم کے ساتھ مخصوص دعائیں پڑھتے ہوئے، بچے کے سر پر تھوڑا سا پانی ڈال کر، یہ رسم ادا کرتے ہیں۔ پانی کا استعمال طہارت اور پاکیزگی کی علامت ہے جبکہ پروٹسٹنٹ فرقہ میں بپتسمہ دینے سے پہلے ہر شخص کو مسیحی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اس فرقہ میں پادری بالغ شخص کو بپتسمہ دے کر کلیسا میں شامل کرنے کی رسم ادا کرتے ہیں۔ اس فرقے کے مطابق بپتسمہ لینے والے شخص کو دعا کرتے ہوئے مکمل طور پر ایک بار پانی میں ڈبویا جاتا ہے۔ اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اس شخص کو مکمل طور پر دھو کر گناہوں سے پاک کر دیا گیا ہے۔ اور اب وہ مسیحی مذہب کا رکن بن گیا ہے۔

3- عشائے ربانی: اس میں یسوع مسیح کی قربانی کی یاد میں عبادت کی جاتی ہے۔ اتوار کے روز گرجا گھروں میں دعاؤں کے بعد روٹی اور انگوروں کے رس پر برکت مانگی جاتی ہے۔ پادری نجات کے لیے دعا مانگتا ہے اور یہ روٹی اور انگوروں کا رس حاضرین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ پاک روٹی اور انگور کا رس مائے کہلاتا ہے۔ بعض خطوں میں عبادت کے بعد باہمی میل جول کے لیے مسیحی اپنے اپنے گھر سے لایا ہوا کھانا مل کر کھاتے ہیں۔

مسیحی کرسمس اور ایسٹر کے تہواروں پر خصوصی عبادات کرتے ہیں۔ معروف دینی شخصیات کی یاد میں ان کی وفات کے دن مناتے ہوئے ان کی مثالی زندگیوں پر غور وفکر کیا جاتا ہے۔ مسیحوں کے ہاں بھی روزے ہیں۔ حضرت یسوع مسیح نے جنگل میں چالیس دن روزہ رکھا۔ حضرت یسوع مسیح نے ترغیب دی کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کی راہ میں دے دے۔ انہوں نے خود بھی اپنی اور اپنے رفیق کی طرف سے آدھا مثقال زکوٰۃ دی۔

و۔ اسلام اور عبادت

اسلام میں عبادت کا تصور نہایت وسیع اور جامع ہے، بلکہ اسے جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا واحد مقصد قرار دیا گیا ہے۔ ہر کام جو خدا تعالیٰ کی منشا کے مطابق، اس کی رضا جوئی اور حکم کی تعمیل میں کیا جائے، وہ عبادت ہے۔ کسان کا کاشتکاری کرنا، معلم کا پڑھانا، طلبہ کا علم حاصل کرنا، تاجروں کا کاروبار کرنا۔ جب تک یہ سب کچھ اسلامی احکام کے مطابق ہے، تو یہ سب عبادت ہے۔ بعض عبادات فرض کی گئی ہیں۔ ان عبادات کے ادا کرنے کی جگہ، وقت اور طریقہ کار بھی مقرر کر دیا گیا ہے۔

عبادات میں نماز اہم فریضہ ہے، جو ہر بالغ مرد و عورت پر فرض ہے۔ خواتین عموماً گھر پر نماز ادا کرتی ہیں جب کہ مردوں کو نماز باجماعت قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی عبادت گاہ (مسجد) میں جا کر باجماعت نماز ادا کریں۔ نماز مسجد میں ادا کی جاتی ہے جو آبادی کی ضرورتوں کے مطابق تیار کی جاتی ہے۔ اسی طرح جمعہ کی نماز جامع مسجد (بڑی مسجد) میں ادا کی جاتی ہے۔ نماز جمعہ ہر مسجد میں ادا نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اس کی خاص شرائط ہیں۔ نماز کے لیے باوضو ہونا، بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ پانچ نمازوں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے پڑھنے کے اوقات بھی مقرر ہیں۔ نماز کے چودہ فرائض

ہیں۔ سات فرائض نماز سے پہلے پورے کیے جاتے ہیں یعنی بدن پاک ہونا، لباس کا پاک ہونا، نماز کی جگہ کا پاک ہونا، ستر میں ہونا، نماز کا وقت ہونا، قبلہ رو ہونا اور نیت کرنا۔ سات فرائض نماز کے اندر ادا کیے جاتے ہیں ان میں تکبیر تحریمہ (نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا) قیام کرنا، قرأت کرنا، رکوع، سجدہ اور قعدہ کرنا نیز سلام سے نماز ختم کرنا۔

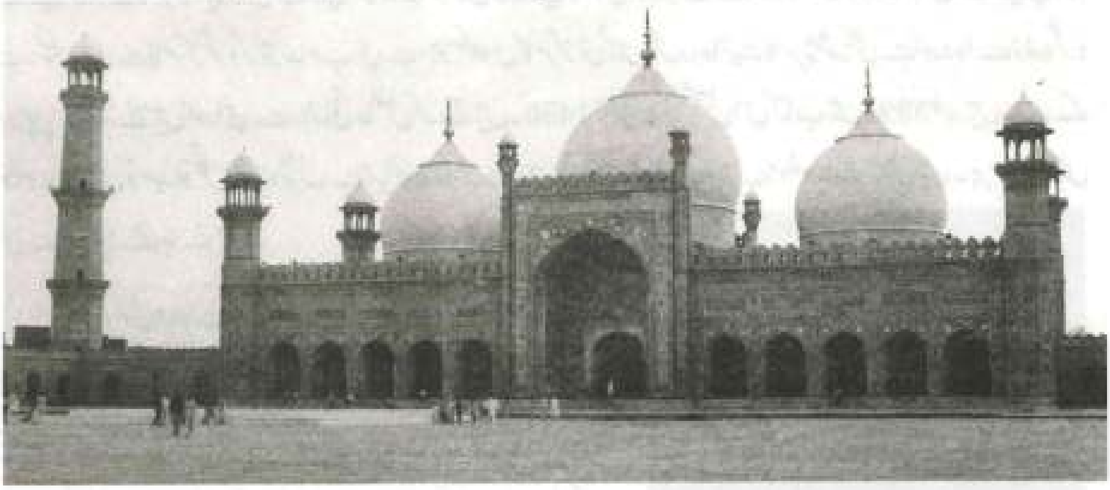

مسجد

روزہ دوسری بڑی عبادت ہے، جس میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہر بالغ مسلم مرد و عورت کو کھانے پینے سے روکا گیا ہے۔ نماز کی طرح روزے کی بھی شرائط ہیں۔ زکوٰۃ سال میں ایک دفعہ ادا کی دی جاتی ہے اس کا نصاب مقرر ہے۔ زکوٰۃ بچتوں پر ایک سال بعد ادا کی جاتی ہیں۔ زکوٰۃ کے بارے میں قرآن اور حدیث میں مفصل احکام موجود ہیں۔ یہ عبادت ہے اور معاشی مسائل کا ایک حل بھی۔ یہ صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو صاحبِ نصاب ہوں۔ یہ ہر ایک پر فرض نہیں۔ مسلم آبادی دو طرح کے افراد پر مشتمل ہوتی ہے، زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ لینے والے۔ اسی طرح حج ان لوگوں پر فرض کیا گیا ہے جو صاحبِ استطاعت ہوں۔ یہ زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ یہ مقررہ دنوں میں ادا کیا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے۔ خانہ کعبہ جو مکہ مکرمہ میں ہے وہ مسلمانوں کی سب سے بڑی اور اہم عبادت گاہ ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان اسی مرکز کی طرف منہ کر کے روزانہ اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔

اسلام میں اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی تعمیل کرنا عبادت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت کے تمام طریقوں پر عمل کر کے دکھایا۔ دوسروں کی مالی مدد کرنا یعنی صدقہ وغیرہ دینا، سلام کہنا، دوسروں کے بارے میں اچھی سوچ رکھنا اور خدمتِ خلق، سب کا شمار عبادت میں ہوتا ہے۔ دوسروں کی بھلائی چاہنا، ہمسایوں، مسافروں، یتیموں اور بیواؤں کی امداد کرنا، والدین کی بے لوث خدمت اور نیکی کی راہ پر چلنے کی تلقین کرنے کا شمار بھی عبادت میں ہوتا ہے۔ الغرض اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور خدمتِ خلق کا ہر کام عبادت ہے۔

ہ۔ سکھ مذہب اور عبادت

سکھ مذہب میں عبادت گاہ کو "گُردوارہ" کہتے ہیں۔ یہ روحانیت کی تڑپ رکھنے والوں کے لیے معرفت کا مرکز، بھوکوں کے لیے خوراک کا مرکز، بیماروں کے لیے شفا خانہ، خواتین کے لیے ناموس اور عزت کے تحفظ کا قلعہ اور مسافروں کے لیے پناہ گاہ ہے۔ لیکن عبادت کا مرکز گُرو گرنتھ صاحب ہی ہے، جو سکھوں کا مرکز ہی نہیں بلکہ روحانیت کا سرچشمہ بھی ہے اور وہ اسے زندہ گُرو اور سچا پاتشاہ مانتے ہیں اور اسی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ 1430 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں 5894 شبد ہیں۔ اس کے موضوعات میں توحید، توکل، توبہ، شرک سے ممانعت، آخرت پر ایمان اور بہت سے دوسرے موضوعات شامل ہیں۔ ہر عبادت میں اسی سے شبد پڑھے جاتے ہیں۔

گُردوارہ

انفرادی عبادات میں ذاتِ الٰہی کی حمد وثنا یا نام سمرن (ذکرِ الٰہی) بنیاد ہے۔ دنیا کے کاموں میں مصروف سکھ واہگورو کا سمرن کرتے ہیں۔ صبح سویرے اٹھ کر اشنان کر کے گُرو گرنتھ صاحب سے منتخب کلام پڑھتے ہیں۔ پانچ بانیوں کا لازماً پاٹھ کرتے ہیں۔ بعدازاں کچھ دیر کے لیے یکسو ہو کر یادِ الٰہی میں محو رہتے ہیں۔ سکھوں کے ہاں کیرتن بھی ذکرِ الٰہی ہے، جس میں مل کر موسیقی کے ساتھ گُربانی پڑھی جاتی ہے۔ جسے تربیت یافتہ اور خوش الحان لوگ پڑھتے ہیں۔

گُردوارے میں صبح وشام عبادت کی جاتی ہے۔ وہاں جانے سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے۔ گُردوارے میں داخل ہو کر سر جھکاتے ہیں۔ سیڑھیاں چڑھنے سے پہلے جوتے اتار دیے جاتے ہیں اور مرد و خواتین سر ڈھانپ لیتے ہیں۔ بعدازاں اس چبوترے پر بیٹھ جاتے ہیں، جہاں گُرو گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ صرف اس سچے پاتشاہ کے حضور جھکتے ہیں اور نیاز لنگر کے لیے بھیٹا (نیاز) دیتے ہیں۔ عموماً صبح سُکھ مُنی صاحب اور شام کو رہ راس صاحب اور کیرتن کا پاٹھ کیا جاتا ہے۔ بڑے گُردواروں میں خاص گرنتھی صاحبان ہوتے ہیں۔ ورنہ کوئی بھی گُرسکھ گُربانی کا پاٹھ کر سکتا ہے۔ اختتام پر ارداس (دعا) کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ آخر میں پرشاد (تبرک) تقسیم ہوتا ہے۔

گُرو گرنتھ صاحب کا پاٹھ عبادت کی روح ہے۔ جس جگہ یہ پاٹھ ہو، اسے "دربار صاحب" کہتے ہیں۔ گُردوارہ ہو یا گھر، اس زندہ پاتشاہ کے لیے الگ کمرہ مخصوص ہوتا ہے، جہاں موسم کے مطابق ٹھنڈ یا گرمی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ دربار صاحب میں موجود گُرو گرنتھ صاحب کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لیے ہیٹر جلائے جاتے ہیں اور گرمی کی شدت سے بچانے کے لیے پنکھوں اور ائیر کنڈیشنر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ دربار صاحب کے تقدس اور احترام کو قائم رکھنے کے لیے وہاں عبادت کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کیا جاتا۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیے۔

1۔ مختلف مذاہب میں عبادت کی بنیاد کیا ہے؟ نیز یہ بتائیں کہ ان مذاہب کی عبادت گاہیں کون کون سی ہیں؟

2۔ ہندومت میں عبادت کے طریقے کون کون سے ہیں؟

3۔ مسیحیت میں عبادت کے کون کون سے طریقے موجود ہیں؟

4۔ بدھ مت کے ماننے والے کیسے عبادت کرتے ہیں؟

5۔ اسلام میں نظامِ عبادت کی وضاحت کریں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ مختلف مذاہب میں عبادت کا مرکزی تصور کیا ہے؟

2۔ عبادت کے طریقے کس نے بتائے ہیں؟

3۔ ہندومت میں عبادت کا کیا جواز ہے؟

4۔ ہندوؤں کا سب سے مقدس مقام کون سا شہر ہے؟

5۔ بدھ مت کے کس فرقے میں خدا کا تصور موجود ہے؟

6۔ مسیحیت کے بپتسمہ سے متعارف کرائیے؟

7۔ اسلام میں عبادت کا جامع تصور کیا ہے؟

8۔ سکھ مت میں عبادت کی روح کیا ہے؟

(ج) درست جواب پر ✓ کا نشان لگائیں۔

1۔ ہندومت کے مطابق یہ دنیا.................... ہے۔

(ا) امتحان گاہ (ب) دکھ و غم کا گھر

(ج) قید خانہ (د) آنے والی زندگی کے لیے تیاری کی جگہ

2۔ ہندومت میں اشنان کرنا.................... ہے۔

(ا) صفائی کا تقاضا (ب) عبادت کا حصہ

(ج) فطری ضرورت (د) موسمی حالات کی مجبوری

3۔ بدھ مت میں خیرات مانگنا.................... ہے۔

(ا) زندگی کی اہم ضرورت پوری کرنا (ب) زندہ رہنے کا آسان ذریعہ

(ج) عبادت کا حصہ (د) پوتر ہونے

4۔ زرتشت مذہب میں آگ کی پرستش اس لیے کی جاتی ہے کہ ....۔

(ا) آگ یزدانی نور کی مظہر ہے۔ (ب) انسان کو انجام یاد دلاتی ہے

(ج) پانی ہوا کی نسبت سامنے رکھنا آسان ہے (د) ا، ب، ج

5۔ مسیحیت دنیا کا پہلا گرجا گھر .... میں تعمیر ہوا۔

(ا) اٹلی (ب) قسطنطنیہ (ج) یروشلم (د) فلسطین

(د) کالم (الف) کا ربط کالم (ب) سے کیجیے اور جواب کالم (ج) میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
اجتماعی عبادت	مسجد	
ہندومت	وہارا	
مسلمان	گرجا	
زرتشت	عبادت گاہیں	
بدھ مت	گردوارہ	
مسیحیت	آتش کدہ	
سکھ مت	مندر	
	ہیکل سلیمانی	

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ بچوں کو عبادت کے طریقے سمجھانے کے لیے تصویری چارٹ ملتے ہیں۔ ایسے چارٹ اکٹھے کریں اور کمرۂ جماعت میں ایک نمائش کا اہتمام کریں۔

2۔ انٹرنیٹ سے عبادت کے طریقوں کی تصاویر لے کر انہیں نمائش کا حصہ بنائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو عبادت کے جامع تصور سے آگاہ کریں۔

2۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ عبادت میں یکسوئی، انہماک اور خشوع و خضوع کی کیا اہمیت ہے؟

عبادت کے انسانی زندگی پر اثرات (مذاہبِ عالم کی روشنی میں)

مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر مذہب اپنے نظامِ عبادت کے ذریعے انسان کو اندر سے بدلنا چاہتا ہے۔ الہامی مذاہب کا سرچشمہ تو خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا جبکہ انسان نے الہامی ہدایات کی روشنی ہی میں زندگی کے سفر کا آغاز کیا۔ خدائے بزرگ برتر نے جب دیکھا کہ انسان خودغرضی کا شکار ہو کر ظلم اور سرکشی پر اتر آیا ہے اور نہ صرف دوسروں کے حق غصب کرنے لگا ہے، بلکہ اپنے خالق کی اطاعت سے بھی عاری ہوگیا ہے، تو اس نے پے در پے اپنے نبی اور رسول بھیجے تاکہ انسان اپنے غلط رویے بدلے اور راہِ راست پر قائم رہے۔ اسی طرح جب معاشرے کی اصلاح کرنے والوں نے دیکھا کہ انسان بھٹک گیا ہے، تو انھوں نے کچھ اخلاقی ضابطے مقرر کر کے نئے مذہب کی بنیاد رکھی اور انسان کی اصلاح کرنا چاہی، تاکہ معاشرے میں اچھی اقدار پروان چڑھیں اور برائی کا خاتمہ ہو۔

عبادت کے کسی بھی نظام کی بنیاد عقائد پر ہوتی ہے جبکہ ان عقائد کا انسانی نفسیات سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جس طرح غم، غصہ، خوف اور خوشی انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں، اسی طرح ایمان اور عقائد بھی انسان کی داخلی کیفیت کو بدلتے ہیں۔ ایک انسان جو خود کو گناہوں سے آلودہ محسوس کرتا ہے اور مایوسی کا شکار ہوتا ہے، جب وہ اپنے سارے گناہوں کو تسلیم کرتے ہوئے خدا سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کا دل مطمئن اور پرسکون ہے اور وہ خود کو ایک بدلا ہوا انسان محسوس کرتا ہے۔ اس طرح اس کے رویے بھی بدل جاتے ہیں۔

عبادات کئی قسم کی ہیں۔ ایک بزرگ و برتر ہستی کے حضور کھڑے ہونا، سر جھکانا، جھک جانا، سجدہ ریز ہونا، حمد و ثنا بیان کرنا، دعا مانگنا وغیرہ۔ یہ سب امور تمام مذاہب کے نظام ہائے عبادت کا حصہ ہیں۔ اسی طرح مراقبہ، چلہ کشی، روزہ رکھنا، کم کھانا، کم سونا، فاقہ کشی، استغراق اور وظائف پڑھنا مختلف انداز میں دعائیں مانگنا بھی عبادات کے نظام میں شامل ہیں۔ یہ نظام انسان کے رویّے میں تبدیلیاں لا کر اس کے ذہن کی نئی تشکیل کرتے ہیں۔

نظام ہائے عبادات پابندی وقت سکھاتے ہیں اور انسانی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرتے ہیں۔ ہر نظامِ عبادت انسان میں عاجزی پیدا کرتا ہے اور منفی جذبات کو ختم کرتا ہے۔ انسان وقت کی پابندی اور نظم وضبط سے فائدہ اٹھا کر عملی زندگی میں اپنے معاملات کو درست کر سکتا ہے۔ نظام ہائے عبادات پابندی وقت کا تقاضا کرتے ہیں۔ تمام مذاہب میں نماز، روزہ اور دیگر عبادات کے اوقات مقرر ہیں۔ زکوٰۃ، حج اور مذہبی تقریبات کے نہ صرف اوقات مقرر ہیں، بلکہ ان مقررہ اوقات سے ہٹ کر عبادت کی جائے تو وہ عبادت تصور نہیں کی جاتی۔

عبادات کا ایک اہم معاشرتی پہلو خدمتِ خلق ہے۔ تمام مذاہب میں دوسروں کی مدد اور خدمت کو عبادت قرار دیا جاتا ہے، بلکہ ہر مذہب ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی انسانی آبادی قدرتی آفات کا شکار ہو تو ہم دیکھتے ہیں کہ بلالحاظ مذہب و

ملت مذہبی تنظیمیں اور عبادت گزار افراد پیش پیش ہوتے ہیں اور وہ کسی صلے اور ستائش کے بغیر یہ خدمت عبادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ گنگا رام، دیال سنگھ، مدر ٹریسا، عبدالستار ایدھی وغیرہ اسی قسم کے لوگ ہیں۔ اسی طرح مالی قربانی بھی عبادات کا حصہ ہوتی ہے۔ لوگ غریبوں میں رقوم بانٹتے ہیں، وظیفے جاری کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بیواؤں اور یتیموں کی مدد کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ ایسی مدد سے جہاں محتاجوں کے مسائل حل ہوتے ہیں وہاں مجموعی طور پر معاشرے کے معاشی مسائل بھی سلجھتے ہیں۔

عبادات انسانی سیرت کی تعمیر اور اخلاقی تربیت کرتی ہیں۔ عبادت گزار افراد عموماً عاجزی و انکساری اختیار کرتے ہیں۔ وہ غرور، تکبر، احساسِ برتری، کینہ اور حسد و بغض سے بچتے ہیں۔ اسی لیے وہ نفسیاتی اور بدنی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ میل ملاپ اور معاشرتی تعلقات میں پر جوش ہوتے ہیں۔ اس طرح عبادات کے نظام افراد کے رویوں میں اعتدال لا کر انھیں کئی برائیوں سے دور رکھتے ہیں۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ عبادت گزار افراد ہر قسم کے نشے سے دور رہتے ہیں، اور وہ دیگر سماجی برائیوں سے بھی بچتے ہیں۔

جس طرح عبادات خواہشات پر قابو پانا اور صبر و تحمل سکھاتی ہیں، اسی طرح بدن اور لباس کی صفائی، جگہ کا پاک ہونا بھی عبادات کے تقاضوں میں شامل ہے۔ اس لیے عبادات سے صفائی کا رجحان بڑھتا ہے۔ اسلام تو صفائی کو نصف ایمان قرار دیتا ہے۔ چنانچہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ عبادات میں مصروف رہنے والے افراد نہ صرف خود پاک صاف رہتے ہیں بلکہ وہ ماحول کو بھی پاک صاف رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہب عالم میں غسل کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

مختصراً یوں سمجھ لیں کہ عبادت سے انسان میں جو ظاہری اور باطنی تبدیلیاں آتی ہیں، وہ ہر فرد پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہیں۔ جب ہزاروں لاکھوں انسان ایک نظم کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ معاشرے پر اس کے گہرے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جیسا کسی قوم کا نظریۂ حیات ہوتا ہے ویسا ہی اس کا نظامِ عبادت ہوتا ہے اور اسی کے مطابق نئے ذہن تشکیل پاتے ہیں اور عمدہ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ مذاہب کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

2۔ عبادات انسان میں کس قسم کے اوصاف پیدا کرتی ہیں؟

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ مذہب نظامِ عبادت کے ذریعے کیا تبدیلی لاتا ہے؟

2۔ جب انسان خدا سے گناہ کی معافی طلب کرتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟

3۔ عبادت کے نظام کی بنیاد کس چیز پر ہے؟

4۔ عبادت کا اہم معاشرتی پہلو کیا ہے؟

5۔ عبادت کے نفسیاتی اثرات کیا ہوتے ہیں؟

(ج) درست جواب کو نشان (✓) لگائیے۔

1۔ عبادات کا اہم معاشرتی پہلو.................. ہے۔

(ا) خدمتِ خلق (ب) صبر اور حوصلہ (ج) ضبطِ نفس (د) غرور کا خاتمہ

2۔ نظامِ عبادت کی بنیاد.................. پر ہوتی ہے؟

(ا) نظامِ معاشرت (ب) نظریہ حیات

(ج) عقائد (د) الہامی کتب

3۔ انسان کی اندرونی کیفیت بدلنے کے لیے ہر مذہب نے ایک.................. دیا۔

(ا) نظامِ معاشرت (ب) نظامِ عبادات

(ج) نظامِ زیست (د) ایک خاص سلیقہ

4۔ نظام ہائے عبادت.................. سکھاتے ہیں۔

(ا) نظم وضبط (ب) پابندیِ وقت

(ج) خدمتِ خلق (د) الف، ب، ج

5۔ عبادات سکھاتی ہیں۔

(ا) ضبطِ نفس اور صبر (ب) پابندیِ وقت (ج) آدابِ زندگی (د) الف، ب، ج

6۔ کردار سازی اور تعمیرِ سیرت کے لیے..................لازم ہے۔

(ا) عاجزی (ب) تکبر اور غرور جیسی نفسی بیماریوں سے پرہیز

(ج) عبادت (ج) ا، ب، ج

(د) **صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لگائیے۔**

1۔ مذہب اپنی اقدار کے ذریعے انسان کو بدلتا ہے۔

2۔ عبادت کی بنیاد عقائد پر ہوتی ہے۔

3۔ عبادات کا اہم مذہبی پہلو خدمتِ خلق ہے۔

4۔ دعا کی قبولیت سے انسانی رویے بھی بدل جاتے ہیں۔

5۔ ہر نظامِ عبادت انسان میں عاجزی پیدا کرتا ہے۔

(ہ) **طلبہ کے لیے سرگرمیاں**

1۔ طلبہ مختلف گروہ بنا کر اس بات کا جائزہ لیں کہ عبادت سے افراد کی نجی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ اہم نکات پر مشتمل چارٹ بنائیں۔

2۔ کسی ایسے شخص کا انٹرویو کریں جس نے زندگی کا چلن اچانک بدل لیا ہو اور نیک عادات اپنالی ہوں۔ آپ نوٹ کریں کہ اس نے کون کون سی بری عادتیں ترک کیں اور نیک عادات اپنائیں۔ وجوہات پر بھی غور کریں اور اپنے مشاہدات کی روشنی میں بتائیں کہ انسان پر مذہب کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

(و) **اساتذہ کے لیے ہدایات:**

1۔ طلبہ کو عبادت گزار افراد کی اخلاقی برتری کے بارے میں اس طرح بتایا جائے، کہ ان میں عبادت کا ذوق وشوق پیدا ہو۔ (امانت دار، سچا، جرأت مند، دیانتدار وغیرہ)

❁ ❁ ❁

عالمی مذاہب میں اخلاقی اقدار

تمام مذاہب کی بنیاد اخلاق پر ہے۔ سارے پیغمبروں اور مصلحین نے دوسروں کے حقوق پورے کرنے، برائیوں سے بچنے، پاکیزگی، پرہیزگاری، رحم دلی، دردمندی، عدل وانصاف، دوسروں کی مدد اور خدمت خلق پر زور دیا۔ حتیٰ کہ بدھ مت اور جین مت وغیرہ ایسے مذاہب ہیں جن میں موت کے بعد زندگی اور جواب دہی کا تصور موجود نہیں ہے بلکہ ان کی بنیاد ہی سراسر اخلاق پر ہے۔ آپ ذرا غور کریں تو آپ پر یہ واضح ہوگا کہ اچھائی کو عام کرنے اور برائی کو ختم کرنے کے دو ذریعے ہوتے ہیں ایک قانون اور دوسرا اخلاق۔ قانون کے خوف سے بھی برائی کم ہوتی ہے، لیکن معاشرتی اخلاقی دباؤ اس سے کہیں زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

کسی آدمی کی شخصیت دو طرح سے دوسروں کو متاثر کرتی ہے۔ ایک شکل وصورت، گفتگو یا ذہانت سے اور دوسرا اخلاقی خوبیوں سے۔ ان میں حُسن یا خوبصورتی، وجاہت اور ذہانت ایسی خوبیاں ہیں جن کے پیدا کرنے میں ایک فرد کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ یہ خالق و مالک کی عطا کردہ ہوتی ہیں جبکہ دردِ دل، رحم دلی، سچائی اور پاکیزگی ایسے اوصاف ہیں جن کے پیدا کرنے میں ایک فرد کی نیت، محبت اور کوشش کا دخل ہوتا ہے اس لیے یہ اُسے صاحبِ کردار بنا دیتی ہیں۔ یہ اخلاقی خوبیاں مذہب کی دین ہیں اور تاریخ میں شرفِ انسانیت ان کی وجہ سے قائم ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد اخلاق پر ہے۔ بے شک انسان عادات وخصائل، طرزِ زندگی، خاندانی روایات، معاشی اور معاشرتی حالات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، لیکن اخلاقی اقدار کا اپنانا اور ان پر عمل کرنا آپ عام معاشرتی زندگی میں ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ چڑیا کا بچہ گھونسلے سے گر پڑے تو ماںتا کی ماری چڑیا، سو سو طریقوں سے اسے اُٹھانے کے لیے اڈتی ہے۔ اس چڑیا کو دیکھ کر انسان کا دل بھی پسیج جاتا ہے۔ یہ رحم کا جذبہ ہے جو انسانی دل میں امڈ آتا ہے۔ اب اگر آپ کا جی چاہتا ہے کہ اس چڑیا کی مدد کی جائے اور آپ اس کے بچے کو اٹھا کر گھونسلے میں ڈال دیتے ہیں تو یہ دردمندی ہے۔ اسی طرح ایک شکاری ہرنی کا بچہ اٹھا کر گھوڑے پر سوار ہو کر جانے لگا تو ہرنی نے دیکھ لیا وہ بے تاب ہو کر دوڑی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دلدوز چیخ ماری۔ اس کی آواز میں ایسا سوز تھا کہ شکاری کا دل پسیج گیا اور اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ دردمندی کا یہ جذبہ رحم دلی کا عکاس ہوتا ہے۔

آپ نے کسی آدمی کو دیکھا ہے جو جھاڑیوں سے گزر رہا ہو۔ وہ بڑی احتیاط سے سمٹ سمٹ کر، کپڑوں اور بدن کو بچا بچا کر گزرتا ہے۔ دنیا میں ہر طرف برائیوں کے بڑے پُرفریب پھندے ہیں۔ ان سے بچ کر چلنا ہی پرہیزگاری ہے۔ ہر مذہب اپنے ماننے والوں کو نیک وبد سمجھا دیتا ہے اور پھر انھیں دیانتداری، خدمت خلق، دردمندی اور رحم کی جزا اور بددیانتی، ظلم اور دوسروں کی حق تلفی کی سزا کے بارے میں بھی بتاتا ہے۔ انسانی فطرت سلیم ہو، نیز والدین اور اساتذہ نے اچھی تربیت کی ہو تو انسان پرہیزگار بن کر نیکی کے راستے پر چلتا ہے۔ تمام نبیوں اور مصلحین نے پرہیزگاری کے عملی نمونے دیے ہیں۔

رحم وہ عظیم اخلاقی قدر ہے، جسے دنیا بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ہر مذہب اسے اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔

اسلام نے جانوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لینے اور ان کی خدمت کرنے کا حکم دیا ہے۔ جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے۔ بدھ مت اور جین مت میں تو کیڑے مکوڑوں کو مارنا بھی منع ہے۔ جین مت کے بھکشو اپنے جسم پر رینگنے والے کیڑے مکوڑوں کو نہیں جھاڑتے۔ ان کے ہاں جانوروں کے علاج اور خدمت کے لیے پناہ گاہیں بنائی جاتی ہیں۔ کراچی میں نسروان جی مہتا (زرتشت مذہب کے پیرو) جب بلدیہ کے میئر بنے تو انھوں نے جہاں انسانوں کے لیے ہسپتال بنوائے وہاں جانوروں کی خدمت کے لیے بھی بڑے کام کیے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔ حالی نے اسی بات کو شعر کا روپ دیا ہے۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

خواتین میں رحم اور دردمندی کا جذبہ ہوتا ہے۔ ایک عورت جس عورت سے لڑ رہی ہوتی ہے، اسی کے بچے کو روتا دیکھ کر چومنے لگتی ہے۔ بدھ مت میں دردمندی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ دانش اور دردمندی کو بدھ مت کے دو ستون گردانتے ہیں۔ گوتم بدھ نے کہا کہ جب تک ایک بھی انسان دکھ میں مبتلا ہے میری خوشی ادھوری ہے۔ دراصل دردمندی (دوسرے کے دکھ کو محسوس کر کے مدد کرنے کو جی چاہنا) دوسرے کے دکھ درد کو اکھاڑ پھینکتی ہے۔

دوسروں کی مدد کا جذبہ جہاں سچی ہمدردی کا مظہر ہے، وہاں کئی اخلاقی خوبیاں اس میں یکجا ہو جاتی ہیں۔ تمام مذاہب میں دوسروں کی مدد کو حقوق العباد قرار دیا گیا ہے اور خود غرضی کی خوب خوب مذمت کی گئی ہے۔ یسوع مسیح کی تعلیمات میں اس پر اور زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ مسیحی دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے ہمیشہ پیش پیش ہوتے ہیں۔ آپ نے قدرتی آفات کے مواقع پر دیکھا ہوگا کہ مذہبی تنظیمیں اور غیر حکومتی ادارے (N.G.O) سب سے آگے ہوتے ہیں۔ یہ مذاہب کی تلقین اور تربیت کا ثمرہ ہے۔ اسلام میں غریبوں کو کھانا کھلانا، قربانی کا گوشت، صدقات، عشر اور زکوٰۃ وغیرہ اسی مقصد کے لیے ہیں۔ سکھ مذہب میں اس پر بڑی توجہ دی گئی ہے۔ ان کے ہاں پرشاد مذہبی تفریق کے بغیر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہندومت میں بھی خدمت خلق پر زور دیا گیا ہے۔ لاہور کا سر گنگا رام ہسپتال ایک ہندو نے بنوایا تھا۔ خدمت خلق دراصل بڑی عبادت تصور کی جاتی ہے۔

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

دیانت داری اور امانت داری تمام پیغمبروں اور دیگر اخلاقی تعلیمات پر مبنی مذاہب کے بانیوں کے ذاتی اوصاف میں شامل رہی ہیں۔ ان کی لاکھ مخالفت کی گئی مگر ان کی دیانت داری، امانت داری، راست بازی اور عفو و درگذر کی شخصی خوبیوں کا ہمیشہ اعتراف کیا گیا۔ دنیا کا کاروبار درحقیقت دیانت داری اور راست بازی کا تقاضا کرتا ہے۔ مذاہب کے مبلغین نے عملی ثبوت دیا۔ انھوں نے کاروبار میں نہ بددیانتی کی اور نہ جھوٹ بول کر ناجائز منافع کمایا بلکہ جان کو خطرے میں ڈال کر بھی انھوں نے ہمیشہ سچ

بولا اور وہ راست رو بھی رہے اور راست باز بھی۔ سچائی تو وہ خوبی ہے جس میں ہزار خوبیاں پنہاں ہیں۔

ہندومت، مسیحیت، اسلام، سکھ مذہب اور دوسرے مذاہب میں ناپ تول کے پیمانے درست رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ دیانتداری وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے قوموں کو زوال نہیں آتا۔ امانت داری کا اتنا خیال رکھا گیا کہ اسلام نے مشورے کو بھی امانت قرار دیا۔

لاکھ کوشش کے باوجود ہمارے رویّوں سے دوسروں کے دل دکھتے ہیں۔ بعض اوقات، غصّے، غلط فہمی یا اشتعال انگیز صورتِ حالات میں آدمی دوسرے سے زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس سے بعض اوقات اتنا فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے کہ حالات پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اصلاح کا ایک ہی پہلو ہے، کہ خدائی صفت، جو وہ بندوں میں بھی دیکھنا چاہتا ہے، عفوو درگذر سے کام لیا جائے۔ دل سے معاف کر دینے سے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دینا بہت بڑی بات ہے۔ دراصل عفوو درگذر وہ خوبی ہے، جس سے دنیا قائم ہے۔ تمام مذاہب کے بانیوں نے ظلم اور زیادتیاں برداشت کیں مگر صبر اور درگذر سے کام لیا اس وجہ سے وہ مذہب پھیلتا ہی چلا گیا۔ فتح مکہ کی مثال بڑی اہم ہے، جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا تھا۔ مسیحیت میں بھی اس اخلاقی قدر پر بہت زور دیا گیا ہے کہ کوئی دائیں گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی پیش کر دو۔

انسان کس حد تک بااخلاق ہو سکتا ہے مذاہب کے بانیوں نے اس کا عملی ثبوت دیا ہے۔ آپ ان بانیوں کی زندگی کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان پیغمبروں اور بانیوں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر غیر الہامی مذاہب کے بانیوں گوتم بدھ، زرتشت، مہاویر اور بابا گرونانک دیو جی نے رحم دلی، عدل وانصاف، دردمندی، عفوو درگزر، دیانتداری اور راست بازی جیسے اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے کروڑوں انسانوں کا دل موہ لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی اخلاقی اقدار دنیا میں انسان کے سکھ چین اور آخرت میں نجات کی ضامن ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ ''مذاہب اور اخلاقی اقدار باہم لازم وملزوم رہے ہیں'' بحث کریں۔

2۔ مثالوں سے وضاحت کریں کہ رحم اور دردمندی انسانی زندگی کے لیے اہم ہیں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ تمام مذاہب کی بنیاد کس پر ہے؟

2۔ اخلاقی خوبیاں کیسے پیدا کی جا سکتی ہیں؟

3۔ جب کسی کو تکلیف میں دیکھ کر اس کی مدد کو جی چاہے تو اسے کون سی اخلاقی خوبی کہیں گے؟

4۔ عورتوں میں کون سی اخلاقی خوبیاں وافر ہوتی ہیں؟

5۔ رحم کے بارے میں کوئی شعر لکھیے۔

6۔ اخلاقی خوبیوں کے عملی نمونے کہاں ملتے ہیں؟

(ج) درست جواب کو نشان (✓) لگائیے۔

1۔ تمام مذاہب کی بنیاد .... پر ہے۔

(ا) عبادات (ب) اخلاقیات (ج) اعتقادات (د) انسانی نفسیات

2۔ جانوروں کی جان کا زیادہ خیال .... میں رکھا جاتا ہے۔

(ا) سکھ مت (ب) جین مت (ج) ہندو مت (د) بدھ مت

3۔ رحم اور دردمندی کا جذبہ .... میں زیادہ ہوتا ہے۔

(ا) عورتوں (ب) مردوں (ج) بچوں (د) الف، ب، ج

4۔ برائی روکنے کا زیادہ مؤثر ہتھیار ہے۔

(ا) قانون (ب) درگزر (ج) معاشرتی دباؤ (د) اخلاقی تربیت

(د) کالم (الف) کا ربط کالم (ب) سے کیجیے اور جواب کالم (ج) میں لکھیے۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
دل بھر آنا	دردمندی	
مدد کو جی چاہنا	رحم	
خدمتِ خلق	دیانتداری	
ناپ تول	عبادت	

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1۔ چند طلبہ مختلف مذاہب کی اخلاقی اقدار الگ الگ لکھیں۔ اس کے بعد ان مذاہب کی مشترک اور اخلاقی اقدار کا ایک خوب صورت چارٹ تیار کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو اچھے اعمال کے نیک انجام، اجر اور آخرت میں صلہ کے موضوع پر واقعات سنائیں تاکہ انہیں اچھائی کی تحریک ملے۔

❁❁❁

انسانی کردار سازی پر احتساب کے اثرات

انسان اور دیگر زندہ اجسام کے اندر نئے خلیے پیدا اور پرانے ٹوٹتے رہتے ہیں گویا تعمیر اور تخریب ایک ہی وقت میں جاری رہتی ہے۔ اگر غور کریں تو انسانی ضمیر میں نیکی اور بدی کی قوتیں ہمہ وقت مصروف کار رہتی ہیں اور کچھ اندرونی اور بیرونی عناصر کے عمل دخل سے ان کا توازن قائم ہوتا یا بگڑتا رہتا ہے۔ مذاہب کے نظام ہائے اخلاق برائی سے روکتے اور اچھے کام کرنے کی تلقین کرتے ہیں اسی طرح انسان خود بھی تعمیر و ترقی کے لیے قانون سازی کرتا ہے جس کے ذریعے تخریبی قوتوں کی روک تھام اور سرکوبی کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

احتساب، محاسبہ یا مواخذہ انسان کی بدی کی راہ روکتا اور عدل و انصاف قائم کرتا ہے۔ اس لیے احتساب کے لیے قاعدے اور قوانین بنائے جاتے ہیں۔ مذاہب اس سلسلے میں نہ صرف رہنمائی کرتے ہیں بلکہ قوانین کے لیے بنیادیں بھی فراہم کرتے ہیں جن پر قوانین بنا کر بُرائی کی بیخ کنی کی جا سکے اور عدل قائم کیا جا سکے۔ آپ دنیا کے مختلف قوانین کا جائزہ لیں تو احتساب کے لیے بنائے قوانین کا بڑا حصہ مذاہب کا فراہم کردہ نظر آئے گا۔ جن جرائم کا کھوج نہ لگایا جا سکے یا محاسبہ ممکن نہ ہو ایسے جرائم کی سزا روزِ آخرت پر اٹھا رکھی جاتی ہے۔

انسان شترِ بے مہار نہیں ہے۔ ہر فرد کو اپنے اپنے دائرۂ کار میں ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اساتذہ تعلیمی اداروں میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ اگر اساتذہ فرائض سے کوتاہی برتیں، تو سربراہان ادارہ سرزنش اور قاعدے قانون کی کارروائی سے ان کا مواخذہ کر سکتے ہیں۔ اگر سربراہ چشم پوشی کرے تو محکمہ تعلیم اس کی کوتاہی کا احتساب کرتا ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ حقوق و فرائض کے دائرے میں اصلاح کا عمل جاری رہتا ہے۔ مذاہب کی اخلاقی تعلیمات میں بھی اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ دوسروں کی حق تلفی نہ ہو اور جزا و سزا کے تمام پیمانے بھی اسی لیے ہیں، کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوتا رہے۔ آخرت میں حساب و کتاب کا نظام بھی احتساب ہی کی ایک عمدہ صورت ہے۔

احتساب کا ایک آلہ انسان کے اندر بھی موجود ہے۔ اسے ضمیر کہتے ہیں۔ جب ہم غلط کام کرتے ہیں یا اپنے حق سے زیادہ کی خواہش کرتے ہیں، یا دوسرے کا حق تلف کرتے ہیں تو ضمیر اس کی مذمت کرتا ہے۔ نرم خو اور روشن ضمیر طبیعتیں اس آواز پر کان دھرتی' اور اپنے رویے درست کر لیتی ہیں۔ لیکن بگاڑ زیادہ ہو تو پھر دیگر ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا احتساب خود مذاہب کا پیدا کردہ احساس ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس ہے۔ جب انسان کو یقین ہو کہ اسے خدا کے سامنے ہر عمل کا حساب دینا ہے۔ تو وہ ظاہر اور چھپے ہر عمل کے لیے احساس جواب دہی سے سرشار ہوتا ہے اور خدا خوفی اسے راہِ راست پر رکھتی ہے۔ اس کے برخلاف صرف قانون کا خوف تمام لوگوں کو سیدھا نہیں رکھ سکتا۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان کی لالچ اور بے لگام خواہشوں کو لگام دینے کے لیے قوانین بنائے جاتے ہیں۔ یہ احتساب، گرفت اور نگرانی اور جواب دہی نہ صرف معاشروں کی ضرورت ہیں بلکہ ان کی بقا کے ضامن بھی ہیں۔

تاریخ کے ہر دور میں اور دنیا کے تمام ممالک اور معاشروں میں جہاں ایک طرف تعمیر و ترقی کے لیے افراد اور ادارے کام کرتے ہیں، وہاں دوسری طرف تخریب کار، قانون شکن اور منفی کاموں کی روک تھام کے لیے ادارے بھی موجود ہوتے ہیں۔ محکمہ پولیس اور عدالتوں کے علاوہ منفی رجحانات کی حوصلہ شکنی کے لیے اور بھی بہت سے ادارے قائم کیے جاتے ہیں۔ جن میں احتساب کئی طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ اسلام میں محتسب کا ایک مستقل ادارہ قائم ہے جس کے اپنے ضابطے ہیں اور وہ ریاست میں ہمہ وقت سرگرم رہتا ہے۔

تعلیم کے دوران تمام تعلیمی اداروں میں اخلاقی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ تربیت جتنی اچھی ہو معاشرے اتنے ہی توانا رہتے ہیں اور ان میں بد اخلاقی کا نقب لگانا دشوار ہو جاتا ہے سیاسی میدان میں حکومت کا احتساب پارلیمان کرتی ہے۔ پارلیمان کی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی بھی اسی لیے ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ کی قائمہ کمیٹیاں بھی احتساب کا کام کرتی ہیں۔ بعض اوقات اہم نوعیت کے قومی معاملات میں عدالت عظمیٰ خود بھی حرکت میں آتی ہے۔

انتظامی معاملات میں مواخذے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ حکام اپنے ماتحت عملے کی کارکردگی کا مسلسل جائزہ لیتے رہتے ہیں اور ان کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا حساب لے کر معاملات درست رکھتے ہیں۔ ذرا بڑے معاملات میں جائزہ کمیٹی باقاعدہ تفتیش کر کے اور حالات کا کھوج لگا کر رپورٹ دیتی ہے اور صفائی کا موقع دے کر جرم ثابت ہونے پر ملزم کے لیے سزا کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسے صفائی کا موقع دیا جاتا ہے۔ حکومت افسران کے خلاف شعبہ شکایات قائم کرتی اور کھلی کچہریوں کا انعقاد کرتی ہے۔ پاکستان میں وفاقی اور صوبائی سطح پر محتسب مقرر کیے گئے ہیں، جو ہزاروں شکایات کا ازالہ کرتے ہیں۔ محتسب کو اعلیٰ عدالتی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

نجی سطح پر احتساب کا طریقہ مختلف ہوتا ہے۔ ادارے اور کمپنیاں اپنے ملازمین کی کارکردگی کا اپنے طریقے سے جائزہ لیتی ہیں۔ روزمرہ سہولیات مہیا کرنے والی کمپنیاں صحت مندانہ مقابلے کی فضا قائم رکھتی ہیں۔ مال کا معیار بڑھایا جاتا ہے۔ عوام کی پسند ناپسند بھی احتساب کا درجہ رکھتی ہے، اس سے مال اور خدمات کا معیار بہتر رہتا ہے۔

احتساب اور مواخذے کے اثرات انسانی رویوں پر ہوتے ہیں، غلط رویوں کی اصلاح ہو جاتی ہے اور ضمیر کی خلش ختم یا کم ہو جاتی ہے۔ جن معاشروں میں قانون کی عمل داری (یہ بھی احتساب کا ایک طریقہ ہے) اور کڑے احتساب کی روایت موجود ہوتی ہے وہاں جرائم کم ہوتے ہیں۔ انسانی ذہن کی منفی قوتیں، لالچ، ترغیبات، ہر ملک اور معاشرے میں لگ بھگ ایک جیسی ہوتی ہیں۔ کروڑوں اربوں کے فراڈ، قتل، آبرو ریزی، دہشت گردی اور دھوکہ دہی کے واقعات مشرق و مغرب میں ہر جگہ ہوتے ہیں۔ البتہ جہاں تربیت سے ذہن بدل دیے جائیں، سماجی انصاف عوام کو میسر آئے، جواب دہی کا احساس بیدار اور مواخذے کی روایت پختہ ہو وہاں جرائم کم ہو جاتے ہیں۔

انسان کی تربیت ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے۔ تعلیمی ادارے مزید تربیت کرتے ہیں۔ اس سے بچے کی کردار سازی ہوتی ہے۔ اس سارے عمل اور رویوں کے بننے میں جزا اور سزا کے عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ معاشرے کی اخلاقی قوت کا دباؤ

بھی احتساب کا کام کرتا ہے۔ بہت سے غلط کام اس لیے نہیں ہوتے کہ معاشرتی دباؤ زیادہ ہوتا ہے، کچھ لوگ اخلاق کی اس بلند سطح پر ہوتے ہیں، کہ ہر قسم کی مشکلات برداشت کر لیتے ہیں مگر غلط کاموں سے باز رہتے ہیں۔ سزا کا ڈر اور ضمیر کی خلش انسانی رویوں کی سمت درست رکھتے ہیں۔ قانون قاعدے کا بھی انسانی زندگی میں احتساب اور گرفت کا اثر ہے اسی سے معاشرے مہذب بنتے ہیں۔ احتساب سے احساس ذمہ داری بھی بڑھ جاتا ہے اور یہ احساس تعمیر و ترقی کے پہیے کو رواں دواں رکھتا ہے۔ احتساب کا نظام معاشرتی قدروں کے تحفظ، قانون کی عملداری، سماجی رویوں کے دباؤ اور اخلاقی امور کو تقویت اور زندگی عطا کرتا ہے۔ عالمی مذاہب میں آخرت کا تصور اور اپنے اعمال کے لیے جواب دہی کا تصور نہ صرف انسان کو مہذب بناتا ہے بلکہ انسانی معاشرے کو برائی ترک کرنے اور نیکی اپنانے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ احتساب کے قوموں کی ترقی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

2۔ قانون کس طرح احتساب کا کردار ادا کرتا ہے؟

(ب) مختصر نوٹ لکھیں۔

(i) انسانی ضمیر اور احتساب (ii) ترغیبات اور احتساب

(ج) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ احتساب کی تعریف کریں۔

2۔ انسان کا ضمیر کیا ہے؟

3۔ مذہب احتساب کے لیے کیسے راہ ہموار کرتا ہے؟

4۔ تعمیری اور تخریبی عناصر کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

5۔ معاشرے کی اخلاقی قوت کے دباؤ کا اثر کیا ہوتا ہے؟

(د)۔ درست جواب پر نشان (✓) لگائیے۔

1۔ انسانی سوسائٹی کو متاثر کرتے ہیں۔

(ا) تخریبی عناصر (ب) تعمیری عناصر (ج) قانونی ادارے (د) الف، ب، ج

2۔ احتساب ضروری ہوتا ہے تا کہ

(ا) عدل وانصاف قائم ہو سکے (ب) تخریب کم ہو جائے

(ج) منفی رجحانات کی حوصلہ شکنی ہو (د) الف، ب، ج

3۔ انسان کے اندر احتساب کی کنجی ہے۔

(ا) دل (ب) دماغ (ج) ضمیر (د) بصیرت

4۔ محاسبے کے بعد

(ا) غلطی کی اصلاح ہوجاتی ہے (ب) تخریب کا عمل اور تیز ہوجاتا ہے

(ج) ضمیر کی خلش ختم ہوجاتی ہے (د) کوئی فرق نہیں پڑتا

5۔ انسانی رویے بدلنے میں بڑا کردار..................کا ہے۔

(الف) جزا اور سزا (ب) مواخذے (ج) اخلاقی دباؤ (د) مثبت سوچ

(و)۔ کالم (الف) کا ربط کالم (ب) سے کیجیے اور جواب کالم (ج) میں لکھیے۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
تعمیری و تخریبی	جرائم کم	
بچوں کی تربیت	نیکی اور بدی	
احتساب کی کنجی	اساتذہ اور والدین	
کڑا احتساب	ضمیر	
سزا کا خوف	اخلاقی تربیت	

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ ہر طالب علم یہ لکھ کر بتائے کہ اسکول اور کمرۂ جماعت میں طلبہ کا احتساب کیسے ہوتا ہے؟

2۔ چند ایک طلبہ بتائیں کہ کسی غلطی پر ان کے ضمیر کی آواز کیا تھی۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ میں سے کسی ایک کو جج اور دو کو وکیل (وکیل استغاثہ اور وکیل صفائی) مقرر کریں۔ عدالت لگائی جائے اور مختلف جرائم میں ملوث طلبہ کا احتساب کر کے سزا سنائی جائے اور کچھ کو خبردار کر کے چھوڑ دیا جائے۔

❁ ❁ ❁

مذہبی تعلیمات میں پابندیٔ وقت

وقت انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور انسان ہی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو اسے کام میں لائے یا اسے ضائع کرے۔ وقت ذخیرہ کیا جا سکتا ہے اور نہ پیشگی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ آپ میں سے ہر ایک کے پاس دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ جو بھی اس وقت کی دولت سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ کامیاب ہے اور جو اسے ضائع کرتا ہے، وقت اسے کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ یاد رہے کہ وقت بند مٹھی سے گرتی ریت یا برف کے پگھلاؤ کی طرح غیر محسوس انداز میں گزرتا رہتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔ مذاہب میں بھی وقت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ جین مت میں تو وقت (کال) کو ایک ابدی حقیقت قرار دیا گیا ہے۔

مذاہب کئی طرح سے وقت کی اہمیت بتاتے اور پابندی وقت کی تاکید کرتے ہیں۔ تمام مذاہب میں عبادات کے نظام موجود ہیں اور اکثر فرض کی ادائیگی کے لیے باقاعدہ نظام اوقات بھی دیا ہوتا ہے۔ ہندومت، یہودیت، عیسائیت، اسلام اور سکھ مذہب میں اگرچہ عبادات کے نظام ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر ان سب میں اوقات کی پابندی لازمی ہے۔ عبادت گاہوں میں اجتماعی عبادت ہوتی ہے تو لوگوں کو وقت پر عبادت گاہ میں پہنچنا ہوتا ہے۔ ہندومت میں صبح سویرے اٹھنا، اشنان کرنا اور مندر میں پوجا کرنے کے اوقات مقرر ہیں۔ یہودی ہفتے کے روز اور مسیحی اتوار کو مقررہ اوقات میں عبادت کرتے ہیں جبکہ مسلمان نماز جمعہ کا وقت مقررہ پر اہتمام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی تمام عبادت گاہوں میں عبادت کے اوقات مقرر ہوتے ہیں اور نظام الاوقات آویزاں کیا ہوتا ہے۔ جن مذاہب میں روزہ رکھنا فرض ہے ان کے لیے بھی اوقات مقرر ہوتے ہیں۔ اسلام کے جامع عبادات کے نظام میں روزانہ پانچ وقت کی نماز، نماز جمعہ، نماز عیدین اور مختلف قسم کی مستحب عبادات (نوافل) کے لیے اوقات متعین ہیں۔ اسی طرح حج اور قربانی کے دن بھی مقرر ہیں۔

آپ کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ میں جائیں، آپ کو عبادات کے نظام الاوقات کا اندازہ ہوگا۔ مسجد میں نمازوں کے اوقات کا نظام ملے گا۔ روزوں کی افطاری کے لیے باقاعدہ اوقات شائع کیے جاتے ہیں۔ بدھوں کا وہارہ ہو یا سکھوں کا گردوارہ، ہندوؤں کا مندر ہو یا مسیحیوں کا چرچ، وہاں عبادت کے اوقات کی پابندی لازمی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب میں انسان کو وقت کی اہمیت اور پابندیٔ وقت کے سبق دیئے جاتے ہیں۔ زندگی دراصل اسی پابندیٔ وقت کا دوسرا نام ہے۔ جبکہ آوارگی میں وقت ضائع کرنے کو زندگی نہیں کہا جا سکتا۔

ذرا غور کیجیے فطرت ہمیں وقت کی پابندی کے کیا کیا سبق سکھاتی ہے؟ سورج وقت پر طلوع ہوتا ہے، چاند تاروں کی گردش، موسموں کی آمد و رفت اور کائنات کا ہر ذرہ وقت کا پابند ہے گویا فطرت انسان کو یہ بتا رہی ہے کہ اگر وقت کی پابندی نہ کی جائے، تو کائنات کا وجود سیکنڈوں میں ختم ہو سکتا ہے۔

یوم آخرت میں انسان سے سب سے بڑا سوال یہی ہوگا کہ زندگی (جو وقت کا دوسرا نام ہے) کیسے گزاری؟ یہ حدیث نبویؐ ہے کہ یوم آخرت میں جن پانچ چیزوں کا پوچھا جائے گا ان میں پہلا سوال یہ ہوگا کہ عمر کہاں صرف کی؟ ایک اور فرمانِ نبویؐ ہے کہ لوگ دو چیزوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے ایک صحت اور دوسرا فرصت کے اوقات۔

تمام مذاہب کی تعلیمات میں عبادات کو فضیلت حاصل ہے اور عبادات میں پابندیِ وقت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اکثر مذاہب میں عبادات کے اوقات صبح سویرے شروع ہوتے ہیں۔ انسان نے مشین کا حصہ بن کر اپنے نظام الاوقات بدل دیے ہیں جس سے ناآسودگی بڑھتی جا رہی ہے۔ دین اور مذاہب عین فطرت ہیں اور وہ فطرت کے قریب رہنے کا درس دیتے ہیں۔ اوقات کی پابندی دراصل فطرت سے ہم آہنگی کا دوسرا نام ہے۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ مذاہب میں پابندیِ وقت کی تلقین پر مضمون لکھیے۔

2۔ مذاہب میں کون کون سے اُمور وقت کی پابندی کی تربیت دیتے ہیں؟ مفصل لکھیے۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ وقت کیسی دولت ہے؟

2۔ کون سی دولت تمام انسانوں کو برابر دی گئی ہے؟

3۔ عبادات اور وقت کا تعلق کیا ہے؟

4۔ وقت کے حوالے سے فطرت ہمیں کیا سبق دیتی ہے؟

5۔ روزِ محشر سب سے بڑا سوال کیا ہوگا؟

(ج) درست جواب پر (✓) لگائیے۔

1۔ انسان کی سب سے قیمتی متاع .... ہے۔

(أ) صحت　　(ب) دولت　　(ج) وقت　　(د) اخلاق

2۔ عبادات کے لیے .... ضروری ہے۔

(أ) طہارت　　(ب) وقت کی پابندی　　(ج) صحت　　(د) عقیدہ

3۔ تمام انسانوں کو ایک چیز برابر دی گئی ہے۔

(أ) صحت　　(ب) ذہن　　(ج) وقت　　(د) سوجھ بوجھ

4۔ فطرت ہمیں............................کا درس دیتی ہے۔

(ا) اصولوں کی پابندی (ب) وقت کی پابندی

(ج) شرع کی پابندی (د) اخلاقیات

5۔ پگھلتی برف............................کا احساس دلاتی ہے۔

(ا) وقت گزرنے (ب) دنیا میں ہر چیز کے ختم ہونے

(ج) درجہ حرارت کی تبدیلی (د) ہر چیز فانی کے ہونے

(د) صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لکھیں۔

1۔ وقت کے استعمال کا اختیار فرد کو حاصل ہے۔

2۔ مذاہب اہمیت کی بجائے وقت کی پابندی پر زور دیتے ہیں۔

3۔ آخرت میں انسان کے سامنے سب سے بڑا سوال اعمال کا ہوگا۔

4۔ وقت کی پابندی فطرت سے ہم آہنگی کا دوسرا نام ہے۔

5۔ تمام مذاہب کی تعلیمات میں وقت کو فضیلت حاصل ہے۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ کوئی طالب علم کمرہ جماعت میں برف کے ٹکڑے کے پگھلنے کا مظاہرہ کر کے بتائے کہ وقت کس طرح غیر محسوس طریقے سے گزرتا ہے۔

2۔ کمرہ جماعت میں لگے کلاک یا گھڑی کی سیکنڈوں کی سوئی پر نظر جما کر وقت کے گزرنے کا احساس کیجیے۔

3۔ اگر طالب علم وقت کی قدر نہ کرے تو کیا نتائج نکلتے ہیں؟ اس پر گروہی مباحثہ کر کے اہم نکات نوٹ کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ گھڑی کی ایجاد سے پہلے وقت کے پیمانوں کے بارے میں بتایئے مثلاً ریت کی ریزش، سورج، چاند ستاروں کی حرکت اور سایہ وغیرہ

2۔ بند مٹھی میں ریت کی ریزش سے وقت کا احساس دلایئے۔

3۔ ڈپٹی نذیر احمد اور عمانوئیل کانٹ کی وقت کی پابندی کی مثالیں دے کر بچوں کو وقت کی پابندی کا احساس دلایئے۔

باب
4

آداب

عبادت گاہوں کے آداب

آداب غیررسمی قوانین ہوتے ہیں جن سے کسی معاشرے کی ثقافتی، تاریخی اور مذہبی ترجیحات کا پتا چلتا ہے۔ ایک انسان معاشرے میں جس قدر شائستہ اور مناسب رویہ اختیار کرتا ہے، اتنا ہی وہ مؤدب، بااخلاق اور مہذب سمجھا جاتا ہے۔ آداب زندگی انسان کو ایسے جرائم اور خطاؤں بلکہ بعض اوقات فسادات سے بچاتے ہیں جن سے قانون نہیں بچا سکتا۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ ایک شخص اپنی غلطی کا احساس ہونے پر "معاف کیجیے" (Sorry) کہہ دیتا ہے تو دوسرے کے دل کا میل اتر جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر معاملہ کتنا بگڑ جائے؟ عبادت گاہوں کے آداب پڑھیے، ذہن نشین کیجیے اور ہمیشہ ان پر کاربند رہیے۔

عبادت گاہوں کے آداب

عبادت گاہوں میں مذہبی فرائض سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک مذہب کے ماننے والے اپنی عبادت گاہ کو زیادہ اہم سمجھتے ہوں۔ لیکن یاد رکھیے کہ ہر عبادت گاہ اس مذہب کے ماننے والوں کے لیے اتنی ہی مقدس ہے جتنی آپ کی عبادت گاہ آپ کے لیے مقدس ہے۔ اس لیے تمام عبادت گاہوں کا احترام لازم ہے۔ یہ صرف آداب کا تقاضا ہی نہیں خود مذہب کا حکم بھی ہے۔ چند عمومی باتیں یاد رکھیں۔

1۔ عبادت گاہ ایک مقدس مقام ہے اس لیے اس کا احترام کیجیے۔

2۔ عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہی موبائل فون بند کر دیں اور عمومی گفتگو سے پرہیز کیجیے۔

3۔ تمباکو نوشی سے پرہیز کیجیے۔ اگر کوئی مذہب اسے برا نہیں سمجھتا، تو بھی عبادت گاہ میں اسے معیوب سمجھا جاتا ہے۔

4۔ مذہب ایک حساس معاملہ ہے اس لیے دوسروں کے جذبات کا خیال رکھیے۔

5۔ عبادت گاہ میں کھانا پینا مناسب نہیں۔

6۔ کسی عبادت گاہ میں برہنہ یا نیم برہنہ حالت میں داخلہ نامناسب ہوتا ہے۔ اس لیے کسی عبادت گاہ میں جانے سے پہلے مناسب لباس پہن لیجیے۔

7۔ اکثر عبادت گاہوں میں نئے آنے والوں کو خوش آمدید کہا جاتا ہے لیکن جہاں داخلے کی خصوصی شرائط ہوں یا داخلہ محدود یا منع ہو وہاں ان باتوں کی پابندی لازم ہے۔

8۔ عبادت گاہوں میں تھوکنا منع ہے۔

9۔ یہاں ہنسی مذاق سے پرہیز کیا جائے۔

الف۔ مندر کے آداب

1۔ مندر میں مناسب اور پاکیزہ لباس میں آئیں۔ مختصر لباس، ننگی آستینیں یا تنگ کپڑے پہن کر نہ آئیں۔

2۔ مندر میں داخلے سے پہلے جوتے اتار دیں۔

3۔ مندر میں پاؤں دیوتا کی طرف نہ کریں۔

4۔ مندر میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کا داخلہ ممنوع ہو تو اس کی پابندی کی جائے۔

ب۔ وہارہ کے آداب

بدھ مت کی عبادت گاہ کو وہارہ (Vihara) کہا جاتا ہے۔ بدھ اپنی عبادت گاہ میں آنے والوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ تاہم وہ توقع کرتے ہیں کہ لوگ اُن کی عبادت گاہوں کے آداب کا خیال رکھیں گے۔ وہارہ میں جانے والوں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

1۔ جوتے عبادت گاہ سے باہر اتارے جائیں۔

2۔ پاکیزہ اور ڈھیلا ڈھالا لباس پہنا جائے۔

3۔ باہم بول چال اور ملنے جلنے میں احترام کا رویہ اپنایا جائے۔

4۔ وہارہ میں مرد اور خواتین مل کر بیٹھتے ہیں۔

5۔ سادھوؤں سے عام آدمی ہاتھ نہ ملائے۔

ج۔ یہودی عبادت گاہ کے آداب

یہودی عبادت گاہ کو سائناگوگ (Synagogue) کہتے ہیں ان کے ہاں آداب یہ ہیں۔

1۔ پاکیزہ لباس پہنا جائے۔

2۔ مرد سر ڈھانپ کر رکھیں۔ سر ڈھانپنے کے لیے خاص ٹوپی مہیا کی جاتی ہے۔

3۔ رجعت پسندوں (Orthodox) کی عبادت گاہوں میں شادی شدہ عورتیں سر ڈھانپ کر بیٹھیں۔

4۔ عبادت کے دوران دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پردے ہٹا دیے جاتے ہیں۔ عبادت کے دوران سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔

5۔ رجعت پسندوں کے ہاں مرد اور عورتیں ایک جگہ عبادت نہیں کرسکتے۔

د۔ مسیحی گرجا گھر کے آداب

1۔ گرجا گھر میں مناسب اور پاکیزہ لباس پہنا جاتا ہے۔

2۔ گرجا گھروں میں دری، قالین یا بینچ پر بیٹھ کر عبادت کی جاتی ہے۔

3۔ مرد اور خواتین الگ الگ بیٹھتے ہیں۔

4۔ مسیحی عبادت کے مختلف حصے ہوتے ہیں بعض حصّوں میں صرف پادری صاحب عباداتی الفاظ ادا کرتے ہیں اور عبادت کے بعض حصّوں میں تمام لوگ مل کر عباداتی الفاظ ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح عبادت کے کچھ حصے کھڑے ہو کر ادا کیے جاتے ہیں اور کچھ گھٹنے ٹیک کر ادا کیے جاتے ہیں۔ جبکہ عبادت کے کچھ حصے حمدیہ گیت موسیقی کے ساتھ گا کر ادا کیے جاتے ہیں۔

5۔ مرد سر ڈھانپے بغیر عبادت کرتے ہیں اور عورتیں سر ڈھانپ کر عبادت میں شریک ہوتی ہیں۔

د۔ مساجد کے آداب

ہر عبادت گاہ میں داخل ہونے والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر اس مذہب کے ماننے والے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے مذہب کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جو کسی وجہ سے دوسرے مذاہب کی عبادت گاہ میں جاتے ہیں۔ مسجد خدا کا گھر اور مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ ایک مسلمان کے لیے مسجد میں داخلے کے وقت ضروری ہے کہ وہ باوضو ہو، عبادت کی نیت سے داخل ہو، اس کا لباس پاک ہو، وہ قبلہ رو ٹانگیں نہ پھیلائے اور وہ غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرے۔ جب کہ دیگر لوگوں اور خود مسلمانوں کو مسجد کے ان آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔

1۔ مسجد میں دنیاوی امور پر گفتگو نہ کریں۔ جب لوگ عبادت میں مصروف ہوں تو خاموش رہنا چاہیے۔

2۔ مساجد میں داخلے سے پہلے جوتے اتار دینا ضروری ہے۔

3۔ بدبودار خوراک کھا کر مسجد میں نہ جائیں اور نہ ہی بدبودار لباس پہن کر جائیں۔

4۔ کسی چیز کے گم ہونے کا اعلان مسجد میں نہیں کرنا چاہیے۔

5۔ نماز ادا کی جا رہی ہو تو نمازی کے سامنے سے نہ گزریں۔

6۔ موبائل فون بند رکھیں اور غیر ضروری گفتگو سے پرہیز کریں۔

7۔ مرد اور خواتین پاکیزہ حالت ہی میں مسجد میں داخل ہوں۔

ہ۔ گردوارے کے آداب

1۔ سکھوں کی عبادت گاہ گردوارے میں داخلے سے قبل جوتے اور موزے اتار دیے جائیں۔

2۔ ہاتھ اور پاؤں دھو لیں۔

3۔ سر ڈھانپ لیے جائیں۔ جن کے پاس رومال یا ٹوپی نہ ہو، انہیں گرودوارے میں سر ڈھانپنے کے لیے کپڑا مہیا کیا جاتا ہے۔

4۔ مرد اور عورتوں کے عبادت کے دوران بیٹھنے کے لیے الگ الگ جگہ ہوتی ہے۔

5۔ گرودوارے کی حدود میں سگریٹ یا کوئی نشہ آور اشیاء، گوشت اور انڈہ لے جانا نیز ان کا استعمال کرنا سختی سے ممنوع ہے۔

6۔ گرو گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہو رہا ہو تو خاموشی سے مؤدب بیٹھتے ہیں۔

7۔ سنگت کے لیے پرشاد لینا ضروری ہے۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ ''عبادت گاہیں خواہ کسی بھی مذہب کی ہوں قابلِ احترام ہیں'' ایک نوٹ لکھیں۔

2۔ ایسے آداب بتائیں، جو سب عبادت گاہوں کے لیے مشترک ہیں۔

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ کسی دوسرے مذہب کی عبادت میں جاتے ہوئے کن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

2۔ مسیحی گرجا گھر میں مرد اور عورتوں کے بیٹھنے کے کیا آداب ہیں؟

3۔ وہارہ میں داخل ہوتے وقت لباس کیسا ہونا چاہیے؟

4۔ ایک مسلمان کے لیے مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا ضروری ہے؟

5۔ گرودوارے میں کون کون سی چیزیں لے جانا منع ہیں؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ آداب سے کسی ملک کے معاشرے کی ....ترجیحات کا پتا چلتا ہے۔

(ا) مذہبی (ب) تاریخی (ج) ثقافتی (د) الف، ب، ج

2۔ آداب..................ہوتے ہیں۔

(ا) حسن زندگی (ب) تہذیبی عناصر (ج) غیر ری قوانین (د) زندگی کے سلیقے

3۔ وہارہ..................کی عبادت گاہ ہے۔

(ا) جین مت (ب) بدھ مت (ج) ہندو مت (د) سکھ مت

4۔ مسیحی گرجا گھر میں..................بیٹھتے ہیں۔

(ا) سیدھی قطاروں میں (ب) نیم دائرے میں (ج) گول دائرے میں (د) مرد و خواتین الگ الگ

5۔ گرودوارے میں .... لے کر جانا منع ہے۔

(ا) انڈے (ب) گوشت (ج) سگرٹ (د) ا،ب،ج

(د) صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لکھیں۔

1۔ آداب بعض اوقات ایسے فسادات سے بچاتے ہیں جن سے قانون نہیں بچا سکتا۔

2۔ ہر عبادت گاہ میں تمباکو نوشی منع ہے۔

3۔ بدھ مت اپنی عبادت گاہ میں دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کا آنا اچھا نہیں سمجھتے۔

4۔ یہودی عبادت گاہ کو سائنا گوگ کہتے ہیں۔

5۔ عبادت گاہ میں غیر ضروری گفتگو ممنوع ہے۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ اپنے اُستادِ محترم کے ساتھ مل کر مختلف مذاہب کی عبادت گاہیں دیکھیں اور وہاں ذمہ داروں سے داخلے کے آداب دریافت کریں۔ واپس آکر اپنے تاثرات سے دوسرے طلبہ کو آگاہ کریں۔

2۔ مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کی تصاویر کمرہ جماعت میں آویزاں کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ ادب واحترام کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر سوال وجواب کی ایک نشست رکھیے اور ماحصل کو خوش خط لکھوا کر نمایاں جگہ پر لگائیے۔

عوامی مقامات کے آداب

دفاتر کے آداب

دفاتر کے آداب دستاویزی شکل میں ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر روایات پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کا تعلق عام سوجھ بوجھ، خوش اخلاقی اور شائستگی سے ہوتا ہے۔ چند اہم آداب یہ ہیں:

1۔ دفاتر میں ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آیئے اور ان کی سہولتوں کا خیال رکھیے۔

2۔ دفتر میں موجود اور باہر سے آنے والوں کے ذاتی امور کا خیال رکھیں اور ان میں مداخلت نہ کریں۔

3۔ دوسروں کے خطوط مت پڑھیے۔

4۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ اور دھیمی گفتگو سے دفتر میں آنے والوں کی تکالیف نصف رہ جاتی ہیں۔ اس لیے ہمیشہ دوسروں کا استقبال مسکرا کر کریں۔

5۔ اپنے ہم کار ساتھیوں میں سے کسی کو کم تر اور کم ذمہ دار تصور نہ کریں۔

6۔ سب کے سامنے دوسروں کو تنقید کا نشانہ نہ بنائیں، ضروری بات کہنا ہو تو تنہائی میں کہیں۔

7۔ اعلیٰ افسر سے اختلاف کی صورت میں الگ سے وقت لے کر اپنا نقطۂ نظر ان کے سامنے واضح کریں۔

8۔ اپنے روز مرہ کام ہر روز نپٹا دیجیے۔

9۔ دفاتر میں موبائل فون کے بکثرت استعمال سے پرہیز کریں۔ سرکاری اور نہایت ضروری امور کے لیے فون سننے کے دوران میں اپنا لہجہ دھیما رکھیے۔

10۔ دوسروں کے ساتھ گھل مل کر رہیے اور مشترک کاموں میں شرکت کیجیے۔

11۔ دفاتر کے آداب کا خیال رکھیے۔

ریل گاڑی میں سفر کرنے کے آداب

-1 ریل گاڑی کے ڈبے میں سوار ہونے سے پہلے اترنے والوں کو موقع دیں۔ جہاں اترنے اور چڑھنے کے الگ الگ دروازے ہوں، وہاں صرف متعلقہ دروازہ ہی استعمال کریں۔

-2 خواتین، بچوں اور بزرگوں کا احترام کریں اور انھیں بیٹھنے کی جگہ پہلے دیں۔

-3 ڈبے میں نشست پر بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں کے اخبارات و رسائل اجازت کے بغیر نہ پڑھیں۔

-4 کھڑا ہونا پڑے تو مناسب فاصلہ رکھیں اور دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوں۔

5۔ بیگ یا سوٹ کیس سیٹ پر نہ رکھیے۔
6۔ ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھیے۔
7۔ اونچی آواز میں گفتگو ہنسی مذاق یا شور شرابا نہ کیجیے۔
8۔ ڈبے میں دھکّے دے کر راستہ نہ بنایئے۔
9۔ کسی سے کوئی چیز لے کر نہ کھائیں۔
10۔ کسی کو ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھیے۔
11۔ اگر قلی آپ کا سامان اٹھائے تو اس کے پیچھے چلیے اور اسے تیز چلنے پر مجبور نہ کریں۔
12۔ بڑے بڑے صندوق لے کر ریلوے کے ڈبے میں داخل نہ ہوں۔

بسوں میں سفر کے آداب

مقامی اور شہروں کے مابین چلنے والی گاڑیوں اور بسوں میں سفر کے تقاضے، سہولیات اور آداب ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہوتے ہیں۔ تاہم آپ مجموعی طور پر ان آداب کا خیال رکھیے۔

1۔ اندرونِ شہر چلنے والی بسوں میں چند سیٹیں معذوروں کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔ ان کے استحقاق کا خیال رکھیے۔
2۔ خواتین، بچوں اور بزرگوں کو سیٹ پر بیٹھنے دیں۔ طلبہ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھیں کہ ہمارے تہذیبی، مذہبی اور معاشرتی آداب میں بزرگوں اور خواتین کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بسوں میں بھی ان کا خیال رکھیے۔
3۔ مقامی بسوں میں کھڑے ہو کر سفر کرنا پڑے تو ایک دوسرے سے مناسب فاصلہ رکھیے۔
4۔ بس میں سوار ہوتے وقت قطار بنا کر سوار ہوں اور ایک دوسرے کو دھکے نہ دیجیے۔
5۔ خواتین کے شعبہ میں مرد ہرگز داخل نہ ہوں۔
6۔ اگر آپ کو قے آنے کی شکایت ہو، تو گھر سے پلاسٹک کا خالی بیگ اپنے ساتھ لائیں۔
7۔ سردی یا بارش کی صورت میں شیشے بند رکھیں۔ اگر گاڑی میں ایئر کنڈیشنر لگے ہوں تو بھی شیشے اور دروازے بند رکھیں اور پردے نہ ہٹائیں۔ عام حالات میں شیشے کھلے رکھیں۔
8۔ عام طور پر طلبہ بسوں کے دروازوں میں کھڑے ہو کر یا لٹک کر سفر کرتے ہیں۔ اس سے پرہیز کریں۔ یہ طریقہ غیر مہذب ہی نہیں خطرناک بھی ہے۔
9۔ اخبار یا رسالہ پڑھنے والے مسافر کی طرف مت جھانکیں۔
10۔ بسوں میں کسی سے کوئی چیز لے کر نہ کھائیں۔
11۔ ناگزیر صورت میں موبائل فون پر گفتگو دھیمے لہجے میں کیجیے۔

ہوائی اڈا کے آداب

1۔ ریلوے یا بسوں کی نسبت ہوائی سفر میں زیادہ سہولتیں میسر آتی ہیں لیکن اندرون ملک یا بیرون ملک ہوائی سفر کے لیے اصول وضوابط اور قوانین خاصے سخت ہوتے ہیں۔ ان ضابطوں کا پورا پورا خیال رکھیے۔

2۔ سیکورٹی کا عملہ آپ کے تحفظ کے لیے ہے۔ ان سے کھلے دل سے تعاون کیجیے۔ بار بار اور مکمل چیکنگ اگر ناگوار گزرے تو بھی اعتراض نہ کیجیے بلکہ سیکورٹی عملے سے تعاون کیجیے۔

3۔ ممنوعہ اشیا ساتھ لے کر ہوائی سفر مت کیجیے۔

4۔ سیکورٹی عملے کے سوالات کے جوابات درست دیجیے۔

5۔ بعض اوقات دھند یا موسمی خرابی کی وجہ سے پرواز میں تاخیر ہو جاتی ہے ایسے حالات میں صبر وتحمل سے کام لیجیے اور اگر کسی ناگزیر صورت میں پرواز منسوخ ہو جائے تو دل چھوٹا نہ کیجیے۔ اس میں عملہ قصوروار نہیں ہوتا۔ ہر مسئلے کا ایک قانونی حل ہوتا ہے آپ بھی وہی اختیار کریں۔

6۔ اپنا رویہ ہر صورت میں شستہ اور شائستہ رکھیے۔

7۔ اگر کسی ناگزیر صورت میں آپ کو مربوط پرواز (Connecting Flight) نہ مل سکے تو پریشانی کے عالم میں اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیے۔ آپ کا استحقاق ہے آپ اگلی پرواز سے جا سکتے ہیں اور آپ کو ہوائی کمپنیاں قوانین کے مطابق سہولت دیں گے۔

8۔ اپنے کاغذات وغیرہ مکمل حالت میں رکھیے اور جب تک منزل پر نہ پہنچ جائیں انھیں دستی بیگ میں اپنے پاس پوری حفاظت سے رکھیے۔

9۔ جوتے ایسے پہنیں جو بوقتِ ضرورت آسانی سے اُتارے جا سکیں۔

10۔ انتظار گاہ میں صرف ایک نشست استعمال کریں۔

11۔ بھیڑ کی صورت میں بزرگوں، حاملہ خواتین اور معذور افراد کو جگہ دیں۔

12۔ ریڈیو وغیرہ استعمال کرتے ہوئے آلہ سماعت استعمال کیجیے۔

بنک کے آداب

بنک ایک اہم سماجی ادارہ ہے جہاں رقوم جمع کرائی جاتی ہیں اور وقتِ ضرورت زیورات یا اہم دستاویزات بھی حفاظت کے لیے رکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح حسبِ ضرورت رقوم، زیورات یا اہم دستاویزات وہاں سے واپس لی جاتی ہیں۔ عام طور پر بنکوں کا عملہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مہذب ہوتا ہے۔ نیز انھیں اعلیٰ حکام کی جانب سے بنک سے لین دین رکھنے والے افراد کے ساتھ معقول رویے کی تلقین کی جاتی ہے تاہم بنک کے عملے اور بنک سے لین دین کرنے والوں کو ان آداب کا خیال

رکھنا چاہیے۔

1۔ بنک میں کاروباری اوقات مقرر ہیں ان کا خیال رکھیں۔ مقررہ اوقات کے بعد عملہ سے خدمت لینے پر اصرار نہ کریں۔

2۔ لین دین کے اوقات میں عموماً رش ہوتا ہے۔ اس لیے قطاریں بنا کر رقم کا لین دین کریں یا یوٹیلیٹی بل جمع کرائیں۔

3۔ اکثر بنکوں میں مشینی ٹوکن کی سہولت موجود ہوتی ہے، اس سے استفادہ کریں اور سکون سے اپنی باری کا انتظار کریں۔

4۔ بعض اوقات رش یا کمپیوٹر میں خرابی کی وجہ سے عملے کی قوتِ کار میں کمی آنے پر غیر جذباتی رویہ اختیار کریں۔

5۔ موبائل فون بنک کے اندر استعمال نہ کریں یہ بات حفاظتی نقطۂ نظر سے آپ کے اور بنک کے مفاد میں ہے۔

6۔ بنک سے رقم وصول کر کے کاؤنٹر پر ہی گن لیجیے۔

7۔ کاروباری اور اخلاقی آداب پر عموماً بنک کے عملے کو عبور حاصل ہوتا ہے لیکن تکرار یا غلط فہمی کی صورت میں بنک کے سینئر افسران سے رجوع کریں۔

8۔ کسی قسم کی معلومات، وضاحت، رہنمائی یا مدد کے لیے خدمت گار (Customer Service) کے مقام پر موجود افسر سے رجوع کریں۔

بازار (مارکیٹ) کے آداب

مارکیٹیں اور بازار کاروباری مراکز ہیں۔ یہاں وسیع پیمانے پر لوگوں کی آمدورفت اور چیزوں کی خریداری ہوتی ہے۔ اس طرح جہاں بہت سے لوگ اپنے مفادات کے لیے اکٹھے ہوں وہاں قانون کی عملداری کے علاوہ اخلاقی تقاضے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ مارکیٹ میں گاہکوں اور دکانداروں کو ان آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔

1۔ گاڑی مارکیٹ میں مقررہ یا ایسی جگہ کھڑی کریں جہاں وہ دوسروں کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

2۔ بعض اوقات افراد کی بھیڑ اور خریداروں کی کثرت کی وجہ سے خریداری کے لیے قطاریں بنانا پڑتی ہیں ایسی صورت میں قطار میں شامل رہ کر مطلوبہ اشیا خریدیں۔

3۔ خواتین کا احترام کریں اور ان کے ساتھ زیادہ شائستگی اور نرمی سے پیش آئیے۔

4۔ جہاں کاروباری طبقے کے لیے ضروری ہے کہ امانت اور دیانت کا چلن عام کریں وہاں گاہکوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ غلطی سے فالتو رقم آ جانے پر اُسے مالک کو فوراً واپس کر دیں اور اخلاقی قدروں کا خیال رکھیں۔

5۔ سودے بازی میں باہمی عزت و احترام کا خیال رکھیں۔

6۔ کسی بھی لمحے شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

7۔ کاروبار میں ناپ تول کو پورا رکھیں اور نقائص کو نہ چھپائیں بلکہ گاہک کو بتا دیں کہ اس مال میں یہ خامی موجود ہے۔

8۔ شائستگی کو رواج دیں تو یہ پھلتی پھولتی ہے۔ آپ ابتدا کیجیے۔ دوسرے آپ کی پیروی کریں گے۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ عوامی مقامات پر آداب کی افادیت بیان کریں۔

2۔ درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(i) بسوں میں سفر کے آداب (ii) ہوائی اڈا کے آداب

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ آداب ایک فرد کو کیا دیتے ہیں؟

2۔ آداب معاشرے کے لیے کیوں کر مفید ہیں؟

3۔ قلی سے سامان اٹھواتے وقت کس بات کا خیال رکھنا چاہیے؟

4۔ دھند یا خراب موسم کی وجہ سے پرواز میں تاخیر ہو تو ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے؟

5۔ موبائل فون کے استعمال کے آداب کیا ہیں؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ دفاتر کے آداب.................ہوتے ہیں۔

(ا) دستاویزی شکل میں (ب) روایات پر مشتمل

(ج) دفاتر میں آویزاں (د) منتظم کے پاس

2۔ ایسا خط جس کا تعلق آپ سے نہیں اُسے.................

(ا) پڑھ کر متعلقہ برانچ میں بھجوا دیں (ب) مت پڑھیے

(ج) میز پر پڑا رہنے دیں (د) سائل کو واپس بھجوا دیں

3۔ بس یا ریل میں اخبار.................

(ا) دوسرا پڑھ رہا ہو تو اس کی طرف مت جھانکیں (ب) مانگ کر پڑھنا آداب کے منافی ہے

(ج) اپنا خرید کر لائیے (د) پڑھنا مناسب نہیں

4۔ شائستگی.................کا نام ہے۔

(ا) مذہب (ب) آداب (ج) تعلیم یافتہ ہونے (د) الف، ب، ج

5۔ ریل کے ڈبے میں بڑے بڑے صندوق لے کے جانا

(ا) درست ہے (ب) غلط ہے (ج) مجبوری ہے (د) منع ہے

(د) خالی جگہ پُر کریں۔

1۔ دفاتر میں سب کے سامنے کسی کو............کا نشانہ نہ بنائیں۔

2۔ ہوائی اڈا پر............کے عملے سے خوش دلی سے تعاون کیجیے۔

3۔ سیکورٹی کا عملہ آپ کے............کے لیے ہے۔

4۔ نشست پر............پھیلا کر نہ بیٹھے۔

5۔ کاروبار میں............کو پورا رکھیں۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ کمرہ جماعت کے آداب کیا ہونے چاہئیں؟ گروہی مباحثہ کے بعد اہم نکات خوش خط لکھ کر جماعت میں آویزاں کریں اور تمام طلبہ ان آداب پر عمل کریں۔

2۔ ''آداب کے فائدے'' کے عنوان سے چند اہم فوائد خوش خط لکھیے اور نمایاں جگہ پر چسپاں کیجیے۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو آداب سے آگاہی کے بعد ضروری ہے کہ وہ ان پر عمل کریں۔ انھیں عمل کی تلقین کریں۔

2۔ طلبہ کو کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے، پڑھنے اور بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ پیش آنے کے آداب سے آگاہ کریں۔

3۔ آپ یہ طے کرلیں کہ بچوں کو مہذب بنانا ہے تو ان سے مقررہ آداب کی پابندی کرائیے۔ آداب پر عمل کرنے والے بچوں کی حوصلہ افزائی بھی کریں۔

❁ ❁ ❁

باب 5

مشاہیر

ارسطو

علم و دانش کی بات ہو تو یقیناً نظر یونان کے ان دانش وروں پر جا رکتی ہے، جن کی نظیر علمی دنیا میں نہیں ملتی۔ علم کی بات نہ تو ان کے بغیر شروع ہو سکتی ہے اور نہ ہی مکمل۔ ان فلاسفہ میں سقراط، افلاطون اور ارسطو سرِ فہرست ہیں۔ آج جدید ٹیکنالوجی نے حصولِ علم اور تحقیق کے ذرائع نہایت آسان بنا دیے ہیں لیکن تقریباً اڑھائی ہزار سال پہلے کا دور ایک مشکل دور تھا۔ اس کے باوجود یونان کے ان مفکرین نے روشنی کے جو مینار کھڑے کیے، وہ علمی دنیا کے اہم سنگ ہائے میل ہیں۔

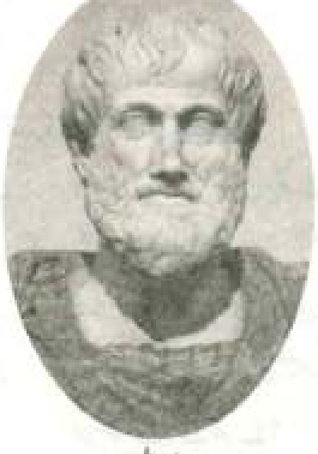

ارسطو

ارسطو (384-322 ق م) یونان کے شہر سٹاگرا میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر یونان کے دارالحکومت ایتھنز سے دو سو میل دُور تھریس بندرگاہ کے قریب واقع ہے۔ ان کے والد ریاستِ مقدونیہ کے شاہی طبیب تھے۔ ارسطو ابھی کم عمر ہی تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ اب وہ پڑھائی کی طرف مائل ہوئے۔ ان کا طبعی میلان طبعیات کی طرف تھا۔ تاہم جب اٹھارہ سال کی عمر میں انھوں نے افلاطون کی شاگردی اختیار کی تو ان کا میلان فلسفے کی طرف ہو گیا۔ انھوں نے مسلسل بیس سال تک افلاطون سے علم حاصل کیا' اور اپنے استاد کی وفات کے بعد ایتھنز چھوڑ دیا۔

343 قبل مسیح میں مقدونیہ کے فرماں روا فلیپوس (Philippos) نے ارسطو کو اپنے بیٹے سکندر کا اتالیق مقرر کیا۔ اس زمانے میں ارسطو کی شہرت یونان کے سب سے ذہین استاد کی تھی۔ اس وقت سکندر کی عمر 13 سال تھی۔ انھوں نے سکندر کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کی۔ سکندر بھی ان کا احترام کرتا تھا۔ اس کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ میرے باپ نے مجھے زندگی دی' اور میرے استاد نے مجھے جینے کا سلیقہ سکھایا۔ بہر حال سکندر اپنے والد کی وفات کے بعد حکمران بنا تو دنیا فتح کرنے نکلا' اور سکندرِ اعظم کہلایا۔ ارسطو ایک دفعہ پھر ایتھنز آ گئے اور اپنا مدرسہ لائسیم (Lyçeum) قائم کیا اور وہ اگلے بارہ برس تک یہ مدرسہ چلاتے رہے۔

ارسطو بہت زرخیز ذہن کے مالک تھے انھوں نے طبعیات، فلسفے، نفسیات، حیاتیات اور اخلاقیات پر مستند کتابیں لکھیں۔ ان کا طریقۂ کار یہ تھا کہ صبح کے وقت وہ اپنے چند شاگردوں کے ساتھ فلسفے کے مختلف موضوعات پر بحث کرتے' اور شام کو ایک عوامی حلقے میں تقریر۔ ان کی کتابیں انھی تقاریر کا مجموعہ ہیں۔

ارسطو کے نظریہ اخلاق میں معاشرے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ انفرادی اخلاق اگر انسانی معاشرے کو فائدہ نہیں دیتا تو اس کا ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے۔ اس لیے انہوں نے انفرادی اخلاق کو نظر انداز کیا۔ جس کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ فرد کے لیے معاشرتی زندگی بہترین زندگی ہے۔ اس لیے ارسطو کی نظر میں اخلاقیات کا اصل موضوع معاشرہ ہے۔

افلاطون نے جو نظامِ حکومت دینے کی کوشش کی اس میں اخلاقیات و سیاسیات کو جڑواں قرار دیا اور سیاست میں بلند اخلاق ہی معاشرے کو اخلاقی کمزوریوں سے پاک رکھ سکتے ہیں۔ ارسطو بھی اپنے استاد کے نظریے سے اتفاق کرتے ہیں۔

ارسطو انسان کی اس زندگی کو بہترین تصور کرتے ہیں، جس میں وہ معاشرے میں رہ کر اپنے تعاون اور حسنِ سلوک، بلکہ اپنی قربانی سے اجتماعی مفاد کو پروان چڑھائے۔ وہ اخلاق میں میانہ روی کے قائل ہیں اور یہ فیصلہ عقل کرتی ہے، اس لیے اخلاقیات میں وہ عقل کو اہمیت دیتے ہیں۔ ارسطو انسانی فضائل کی دو قسمیں بتاتے ہیں۔ ایک علمی اور دوسری اخلاقی اور ان میں وہ اخلاق فضیلت کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

1۔ ارسطو کے نظامِ اخلاق پر نوٹ لکھیے۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ مختلف علوم میں یونان کی اہمیت کیا ہے؟

2۔ ارسطو نے کس استاد سے تعلیم حاصل کی؟

3۔ ارسطو کب فوت ہوئے؟

4۔ ارسطو کے نظامِ اخلاق میں کس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے؟

(ج) درست جواب پر نشان (✓) لگائیے۔

1۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو.................. تھے۔

(ا) ادیب (ب) فلسفی (ج) سائنس دان (د) نفسیات دان

2۔ ارسطو کا باپ.................. تھا۔

(ا) معلم (ب) معالج (ج) مذہبی رہنما (د) واعظ

3۔ ارسطو کو.................. نے اتالیق مقرر کیا۔

(ا) سکندر (ب) فیلقوس (ج) شاہِ یونان (د) افلاطون

4۔ ارسطو کے نظریہ اخلاق میں زیادہ اہم ہے

(ا) فرد (ب) معاشرہ (ج) حکومت (د) اُمرا

5۔ ارسطو زیادہ اہم سمجھتا ہے۔

(ا) اخلاقی فضیلت (ب) علمی فضیلت (ج) عقلی برتری (د) تجربی علم

(د) صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لکھیں۔

1۔ ارسطو کا طبعی رجحان فلسفے کی طرف تھا۔

2۔ ارسطو نے بیس سال تک افلاطون سے علم حاصل کیا۔

3۔ سکندر اعظم کے دو سال بعد ارسطو فوت ہو گئے۔

4۔ ارسطو نے انسانی فضائل کی تین قسمیں بتائی ہیں۔

5۔ ارسطو اخلاق کے لیے افراط و تفریط کے درمیان سے راستہ نکالتے ہیں۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ طلبہ گلوب میں یونان کا نقشہ دیکھیں یا کسی نقشے میں ایتھنز اور مقدونیہ کو نشان زد کریں۔

2۔ یونان کے عظیم مفکرین کا البم تیار کریں۔

3۔ ارسطو کے نظریہ اخلاق کو مختصراً خوش خط لکھ کر دوسروں کو دکھائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ ارسطو نے فلسفے کے علاوہ جو کارنامے سرانجام دیے اور کتابیں لکھیں ان کے بارے میں طلبہ کو بتائیے۔

2۔ طلبہ کو سادہ الفاظ میں علم فلسفہ سے متعارف کرائیں۔

❁ ❁ ❁

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی

امام غزالی (1058ء - 1111ء) کا اصل نام محمد تھا اور ابو حامد ان کی کنیت تھی۔ ان کے والد اور دادا کا نام بھی محمد تھا۔ حجۃ الاسلام ان کا لقب ہے۔ آپ خراسان کے شہر طوس کے قریب ایک گاؤں طاہران میں 1058ء میں پیدا ہوئے۔ طوس کو آج کل مشہد کہتے ہیں۔ فردوسی اور نظام الملک کا تعلق بھی اسی مردم خیز خطے سے ہے۔ یہاں امام علی رضا اور خلیفہ ہارون الرشید بھی دفن ہیں۔ امام غزالی کے والد سوت فروش تھے۔ غزل کے معنی کاتنے کے ہیں اس لیے ان کا خاندان غزالی کہلاتا ہے۔ ان کے والد پڑھے لکھے نہیں تھے۔ انھوں نے دونوں بیٹوں محمد غزالی اور احمد غزالی کی تعلیم کا خاص بندوبست کیا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم طوس ہی میں حاصل کی۔ اس کے بعد وہ جرجان چلے گئے۔

امام غزالیؒ جرجان سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپس آرہے تھے کہ ان کے قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ امام کی سب سے قیمتی متاع ان کی علمی یادداشتیں تھیں جو کہ لوٹ لی گئیں۔ چنانچہ وہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے کہ میری یہ علمی یادداشتیں واپس کردیں۔ اس نے یہ کاغذات تو لوٹا دیے لیکن طنزاً کہا کہ اس علم کا کیا فائدہ کہ کاغذ کے ٹکڑے کھو جانے سے آپ کورے رہ گئے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد امام نے علم اپنے حافظے میں اتارنا شروع کیا۔

اس زمانے میں نیشاپور اور بغداد دو بڑے علمی مراکز تھے۔ امام غزالی نے نیشاپور کا رخ کیا اور یہاں مدرسہ نظامیہ میں اپنے وقت کے بڑے عالم دین امام الحرمین الجوینی سے کسب فیض کیا۔ امام الحرمین کے سیکڑوں شاگردوں میں سے امام غزالی سب سے ممتاز تھے۔ وہ اس ہونہار شاگرد پر ناز کیا کرتے تھے۔ امام الحرمین کی وفات کے وقت، امام غزالی کی عمر صرف 28 سال تھی، لیکن علمی مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ پوری اسلامی دنیا میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

اس دور میں ترکوں کا سلجوقی خاندان بڑی وسیع سلطنت پر حکومت کرتا تھا' اور انھیں علم و ادب سے گہرا لگاؤ تھا۔ نظام الملک طوسی کو شاہی دربار میں بلند مقام حاصل تھا۔ بلکہ کاروبارِ سلطنت اسی کے ہاتھ میں تھا۔ اس دور میں تعلیم و تدریس کی ترقی میں ان کا بڑا کردار ہے۔ پوری سلطنت میں شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جہاں مدرسہ قائم نہ ہو۔ حکومت اس قدر خطیر رقم تعلیم پر خرچ کرتی تھی کہ جس کی اس دور میں نظیر نہیں ملتی۔ امام غزالی نیشاپور سے بغداد آگئے۔ یہ دور مناظروں کا دور تھا۔ سیکڑوں اہل علم یہاں جمع تھے۔ مناظرہ کی مجالس جمتیں اور ان میں امام غزالیؒ ہی غالب رہتے۔ انھیں صرف 34 برس کی عمر میں مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اب پوری اسلامی دنیا میں ان کی شہرت عام ہو چکی تھی۔

امام غزالیؒ نے غربت میں تعلیم کی ابتدا کی لیکن جب انھیں بڑا عروج حاصل ہوا تو انھوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ

خوش حالی میں گزارا۔ غور و فکر کے بعد اکتاہٹ ان پر غالب آ گئی اور وہ ترک دنیا کر کے علمی مرکز بغداد سے نکل کر دمشق میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں وہ اکثر مراقبہ و مجاہدہ میں مصروف رہنے لگے۔ تصوف کی طرف مائل بھی ہوئے۔ دمشق سے بیت المقدس گئے۔ پھر حج کیا اور مصر کے شہر اسکندریہ میں مدت تک قیام پذیر رہے۔ وہ مراکش بھی گئے۔ دس برس تک سفر میں رہے اور سفر کے اختتام پر اپنی شہرہ آفاق کتاب ''احیا العلوم'' تصنیف کی۔ امام دوبارہ درس و تدریس کی طرف راغب ہوئے۔ آخری عمر میں طوسؒ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ 1111ء میں تہران ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بھائی احمد غزالی کے مطابق پیر کی صبح نیند سے بیدار ہو کر وضو کیا، نماز ادا کی، پھر کفن منگوایا۔ اسے آنکھوں سے لگایا اور کہا کہ آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر پاؤں پھیلائے اور خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

امام غزالیؒ نے مختلف علوم و فنون پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں اصول فقہ، اصول فلسفہ، کلام منطق اور اخلاق کے بارے میں ان کی تصانیف زیادہ اہم ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے ''احیا العلوم'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور ان کتب میں انھوں نے اعلیٰ پایہ کا فلسفہ اخلاق بھی بیان کیا ہے۔

امام صاحب نے فلسفۂ اخلاق کے ابتدائی اصول حکمائے یونان سے لیے ہیں، البتہ نظام اخلاق خود ان کا پیش کردہ ہے۔ ان کے مطابق جس طرح ایک شخص ظاہری طور پر خوب صورت یا بدصورت ہوتا ہے اسی طرح روحانی طور پر بھی انسان خوش اخلاق یا بد اخلاق ہوتا ہے۔ اخلاق کی بہتری کے لیے امام تربیت کو لازمی قرار دیتے ہیں اور یہ تربیت بچپن سے دی جانی چاہیے۔ بچہ سب سے پہلے کھانے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے تعلیم و تربیت بھی یہیں سے شروع کی جانی چاہیے۔ کھانے کے آداب سکھائے جائیں یہ اخلاقی تربیت کا نقطۂ آغاز ہے۔

بچے کی اخلاقی تربیت میں امام اچھے کاموں کی تحسین اور کمزوریوں پر چشم پوشی کو اہم سمجھتے ہیں۔ امام اخلاقی امراض کی نشان دہی کے علاوہ ان کا علاج بھی تجویز کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اپنے افکار کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر غیبت ایک اخلاقی بیماری ہے اور ہمارے معاشرے میں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ امام صاحب غیبت کے اسباب کا کھوج لگاتے ہیں کہ غصے میں انسان بے قابو ہو کر غیبت کرتا ہے۔ محفل میں غیبت کا سلسلہ جاری ہو تو وہ بھی گرمیِ صحبت میں شریک ہو جاتا ہے۔ کسی کے بارے میں گمان کہ وہ میرے بارے میں برے خیالات رکھتا ہے غلط الزام، نقص نکالنا، حسد کرنا، مذاق اڑانا اور دل بہلانے کے لیے کسی کا تمسخر اڑانا وغیرہ اس بیماری کے اسباب ہیں۔ اس تشخیص کے بعد وہ علاج تجویز کرتے ہیں کہ اپنی ذات کا محاسبہ کیا جائے اور بزرگوں کی صحبت سے استفادہ کیا جائے تو یہ اخلاقی برائیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ امام غزالیؒ کی تحقیق اور کھوج کے علاوہ ان کا اندازِ بیاں بھی دل میں اترنے والا ہے۔ ان کی تصانیف اور علمی افکار و نظریات سے تمام انسان استفادہ کرتے ہیں۔ نیز ان کے علمی جواہر پارے مشرق و مغرب میں یکساں مقبول ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ امام غزالی نے تعلیم کیسے حاصل کی، تفصیل سے لکھیے۔

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ امام غزالی کا خاندان غزالی کیوں کہلاتا ہے؟

2۔ ڈاکوؤں نے امام غزالی سے کون سی قیمتی متاع لوٹ لی؟

3۔ نظام الملک طوسی کی وجہ شہرت کیا ہے؟

4۔ امام غزالی نے کن علوم پر کتابیں لکھی ہیں؟

5۔ بچوں کی اخلاقی تربیت میں امام غزالی کا نقطہ نظر کیا ہے؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ امام غزالی.................... میں پیدا ہوئے۔

(ا) طوس (ب) طاہران (ج) بغداد (د) جرجان

2۔ امام غزالی کے دور میں اہم تعلیمی مراکز تھے۔

(ا) بغداد اور دمشق (ب) نیشاپور اور جرجان (ج) طوس اور طاہران (د) بغداد اور نیشاپور

3۔ غور و فکر سے اکتا کر امام غزالی.................... میں مصروف ہو گئے۔

(ا) تصوف (ب) تدریس (ج) مراقبہ و مجاہدہ (د) عبادت

4۔ امام غزالی نے فلسفہ اخلاق کے ابتدائی اصول.................... سے لیے ہیں۔

(ا) علمائے دمشق (ب) علمائے بغداد (ج) اہلِ یونان (د) نظام الملک طوسی

5۔ آخری عمر میں آپ.................... میں گوشہ نشین ہو گئے۔

(ا) دمشق (ب) مکہ (ج) طوس (د) بغداد

(د) صحیح جملے کے سامنے ص اور غلط کے سامنے غ لکھیں۔

1۔ امام غزالی کے دادا کا نام محمد تھا۔

2۔ امام غزالی نے بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم پائی۔

3۔ امام غزالی 35 سال کی عمر میں مدرسہ کے مدرس بنے۔

4۔ مشہد کا پرانا نام طوس تھا۔

5۔ تعلیم و تربیت میں امام غزالی کھانے کے آداب سے ابتدا ضروری سمجھتے ہیں۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ طلبہ امام غزالیؒ کے کارناموں اور اعزازت کا خاکہ تیار کریں اور کمرۂ جماعت میں نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

2۔ اپنے ٹیچر سے پوچھ کر یا لائبریری میں انسائیکلو پیڈیا یا دیگر کسی حوالہ جاتی کتاب سے ان کی تصانیف کی فہرست تیار کر کے دوسروں کو دکھائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ امام غزالیؒ کی نابغہ روزگار شخصیت کے منفرد پہلوؤں پر مزید روشنی ڈالیں۔

2۔ لائبریری سے ان کی چند تصانیف لا کر کمرۂ جماعت میں طلبہ کو دکھائیں اور مختصراً ان کتب کے موضوعات سے آگاہ کریں۔

❁ ❁ ❁

کانٹ

عمانوئیل کانٹ (E.Kant) (1724-1804ء) اٹھارھویں صدی کے ایک نامور فلسفی تھے۔ وہ طبیعات اور ریاضی کے استاد تھے، لیکن انھیں فلسفے سے گہرا لگاؤ تھا۔ انھوں نے فلسفۂ اخلاق میں بڑا نام پیدا کیا۔ بیسویں صدی کے ایک بڑے فلسفی برٹرینڈرسل نے بھی ان کی تعریف کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فلسفۂ اخلاق کے حامی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج فلسفۂ اخلاق کا ذکر آئے تو کانٹ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

کانٹ 22 اپریل 1724ء کو مشرقی جرمنی میں پرشیا کے شہر کونگز برگ (Konigsberg) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد زین ساز تھے۔ اس کے آباؤ اجداد سکاٹ لینڈ سے جرمنی آئے تھے اور پھر وہ یہیں کے ہو رہے۔ کانٹ کے مسیحی والدین پائی ٹائٹس سے تعلق رکھتے تھے۔ اس فرقے کے لوگ اخلاقی قوانین کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ کانٹ کے سادہ لوح والدین نے کانٹ کی تربیت اسی اخلاقی ماحول میں کی۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کانٹ نے زندگی بھر کسی کی دل آزاری نہ کی۔

کانٹ نے کونگز برگ ہی میں تعلیم حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد ان کا سلسلہ تعلیم بھی منقطع ہو گیا' اور انھیں اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے بچوں کو پڑھا کر گزارا کرنا پڑا۔ 1755ء میں انھیں ایک دوست کی مدد میسر آئی۔ انھوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی اور یونیورسٹی میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں انھوں نے 27 سال فلسفہ اور منطق کی تدریس کی۔ انھوں نے اس عرصے میں اپنے طلبہ کی کثیر تعداد کو متاثر کیا۔ یہاں تک کہ پرشیا کے بادشاہ نے انھیں مذہبی مضامین پڑھانے سے منع کر دیا۔ یہ پابندی اس بادشاہ کی وفات تک جاری رہی۔ کانٹ 12 فروری 1804ء میں فوت ہوئے۔

کانٹ کی زندگی کے کئی پہلو دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ وہ عمر بھر سفر سے گریزاں رہے اور شاید ہی کبھی صوبے سے باہر نکلے ہوں۔ اگرچہ انہیں زندگی میں شادی کرنے کے مواقع ملے، لیکن انہوں نے اپنی ذاتی زندگی پر علمی کاوشوں کو ترجیح دی۔ ان کی زندگی میں جرمنی سات مرتبہ انقلابات سے گزرا مگر کانٹ برفیلے پہاڑوں میں گھرے کونگز برگ میں مقیم رہے۔ وہ ہر روز ایک مقررہ وقت پر سیر کو نکلتے' اور بارش آئے یا آندھی' ناغہ نہ کرتے۔ وہ وقت کے اس قدر پابند تھے کہ انہیں سیر پر جاتے دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں درست کرتے تھے۔ اس قدر منظم زندگی گزارنے کا اثر ان کے فلسفے پر بھی رونما ہوا۔ بہت سے فلسفی اور عام لوگ انھیں ملنے آتے۔ آخری عمر میں ان سے ملنے کے لیے آنے والوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ انھوں نے لوگوں سے گفتگو بند کر دی اور بہت کم وقت کے لیے وہ لوگوں سے ملتے تھے۔ وہ سفرنامے شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ انھوں نے نظام شمسی کے ایک نئے سیارے یورینس کے وجود کی پیش گوئی کی تھی اور وہ درست ثابت ہوئی۔

کانٹ نے فلسفۂ اخلاق پر کئی کتب لکھیں ان میں "تنقید عقل محض" (Critique of Pure Reason) زیادہ اہم ہے جسے اس نے بارہ سال میں سوچا اور اگلے چھے ماہ میں لکھ دیا۔ یہ کتاب 1781ء میں شائع ہوئی۔ اور "تنقید عقل عملی" 1788ء میں اور "مابعد الطبیعات اخلاقیات" 1797ء میں منظر عام پر آئی۔ فلسفے کے علاوہ انھیں جغرافیے سے بھی دلچسپی رہی۔ انھوں نے یہ مضمون پڑھایا بھی اور اس مضمون سے متعلق ان کی دو کتب بھی شائع ہوئیں۔

کانٹ کے فلسفۂ اخلاق کے مطابق اخلاق اس حسن عمل کا نام ہے جس میں ارادے کا دخل ہو۔ انسانی کردار اور افعال اس کے بغیر بے معنی ہیں۔ انسان ذی عقل ہے، جذبات رکھتا ہے اور اسے بنانے والے نے اچھائی یا برائی کا اختیار بھی دے رکھا ہے۔ کردار فلسفے اور اخلاق کا اہم موضوع ہے، جس پر بے شمار فلسفیوں نے اپنے اپنے نظریے پیش کیے ہیں۔ کانٹ ان میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کے اخلاقی نظریات میں خیر و شر کے تصورات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

کانٹ کے مطابق نیک اور اچھا عمل وہی ہے جو فرض سمجھ کر کیا جائے۔ انسان کی فطرت میں نیکی کا جوہر موجود ہے اور وہ فطرتاً نیک واقع ہوا ہے۔ انسان کو عرفانِ نفس حاصل ہو جائے تو وہ خود غور و فکر کرنے سے نیکی اور بدی کی پہچان کر سکتا ہے۔ کانٹ کے نزدیک اخلاق کے قوانین کا سرچشمہ اس کی عملی زندگی ہے۔

کانٹ اخلاق کے لیے ہر فعل میں ارادے کو اہمیت دیتا ہے۔ اچھائی صرف وہی ہے جو نیک ارادے سے سرانجام دی جائے۔ کانٹ کے اخلاقی نظام میں ارادہ اور نیت وہ بنیادیں ہیں جن پر اس کے نظامِ اخلاق کی عمارت کھڑی ہے۔ کسی بھی عمل کو اخلاق کے پیمانے پر پرکھنے کے لیے، عامل کا ارادہ دیکھا جائے گا اور اس کی نیت کا سراغ لگایا جائے گا۔ نیت سے پہلے اس کے نفس میں متضاد نظریات کی جنگ ہوتی ہے۔ اغراض، مقاصد اور احساسِ فرض میں تصادم ہوتا ہے اور اسی تصادم سے نیکی کا سرچشمہ پھوٹتا ہے۔ یہاں کانٹ ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں، کہ فرد کے اخلاق کو اجتماعیت میں ڈھلنا چاہیے، کیونکہ اجتماعیت کی فلاح ہی اخلاق کا مطلوب ہے۔

ہم عام طور پر کہتے سنتے ہیں کہ دیانتداری اچھی چیز ہے (Honesty is the best policy)۔ کانٹ کے نزدیک یہ معیار دُرست نہیں۔ وہ صرف افادی نقطۂ نظر (utilitarian view) کے قائل نہیں، بلکہ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دیانتداری سے نفع ہو یا نقصان، دیانتداری ہی اپنانا چاہیے، یعنی نیکی کی عادت ہو نہ کہ پالیسی۔ خیر وہی ہے جو عالمگیر صداقت ہو اور دنیا اسے اختیار کر سکے۔

کانٹ کے فلسفۂ اخلاق میں ارادے کے ساتھ ساتھ اصول کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ عموماً اپنے دوست یا عزیز کو مصیبت میں مبتلا پا کر ہم رحم کے جذبے سے سرشار اس کی مدد کرتے ہیں۔ کانٹ کا خیال ہے کہ اس مدد کے جذبے کا محرک بھی درست ہو اگر ہم کسی بھی انسان کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر اسی جذبے سے مدد کرتے ہیں تو یہ اخلاق ہے۔ رفاہی ادارے بلا امتیاز دکھی انسانوں کی مدد کرتے ہیں یہ نیکی ہے۔

کانٹ نیک اعمال کو عادت بنالینے پر زور دیتے ہیں۔ اعمال میں اتار چڑھاؤ اخلاق کے زمرے میں نہیں آتا۔ وہ صرف اصول اور قاعدے کے مطابق مطلق حکم کو درست تصوّر کرتے ہیں۔ چنانچہ درست فعل وہ ہے جو ایک شخص خود کرے اور وہ چاہے کہ دوسرے بھی ایسا کریں۔ کانٹ آزادی کے حق کے حامی اور جبر کے خلاف ہیں۔ وہ عزم و ارادے کے مطابق سزا کے قائل ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سزا ارادی افعال پر دی جانی چاہیے نہ کہ افعال کا نتیجہ دیکھ کر۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

1۔ کانٹ کے نظامِ اخلاق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ کانٹ کی زندگی کے دلچسپ پہلو کون سے ہیں؟

2۔ کانٹ فلسفے کے علاوہ کس مضمون سے دلچسپی رکھتے تھے؟

3۔ کانٹ اخلاق میں کس چیز کو زیادہ اہم سمجھتے تھے؟

4۔ کانٹ نیک اعمال کے بارے میں کس بات پر زور دیتے ہیں؟

5۔ کانٹ کا سزا کے بارے میں کیا نقطۂ نظر ہے؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ عمانویل کانٹ.............. کے اُستاد تھے۔

(ا) فلسفے اور نفسیات (ب) اخلاقیات اور نفسیات (ج) طبعیات اور ریاضی (د) کیمیا اور طبیعات

2۔ عمانویل کانٹ کے والد.............. سے جرمنی آئے تھے۔

(ا) ہالینڈ (ب) انگلینڈ (ج) سکاٹ لینڈ (د) سوئٹزرلینڈ

3۔ کانٹ کے نزدیک اخلاق.............. کا نام ہے۔

(ا) دیانتداری (ب) ارادے (ج) نیکی (د) حسنِ عمل

4۔ کانٹ.............. پر سزا کے قائل ہیں۔

(ا) بددیانتی (ب) ارادی افعال (ج) بے اصولی (د) ہر جرم

(د) کالم (الف) کا ربط کالم (ب) سے کیجیے اور جواب کالم (ج) میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
کانٹ کا اخلاقی نظام	27 سال	
فلسفہ اور منطق	یورینس	
اخلاق	حسنِ عمل	
پیش گوئی	نیک عمال	

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ ''ایک منفرد شخصیت'' کے عنوان سے کانٹ کے بارے میں چند باتیں ایک صفحے پر لکھیں اور آپس میں تبادلہ خیال کریں۔

2۔ طلبہ کانٹ کے فلسفہ اخلاق کے اہم نکات خوش خط لکھ کر نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ عمانویل کانٹ کے دَور (اٹھارھویں صدی) اور آج کے زمانے کی جرمن ریاست کے فرق کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کریں۔

2۔ کانٹ کی کتب کی فہرست تیار کرائیں۔

❁❁❁

فلورنس نائیٹ انگیل ۔ ایک نیک دل نرس

عورتیں فطرتاً نرم دل، مخلص، محبت، ایثار اور قربانی کے جذبے سے سرشار ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ تعلیم (خصوصاً چھوٹے بچوں کے لیے) اور طب کے پیشوں کے لیے موزوں خیال کی جاتی ہیں۔ نہ صرف موزوں، بلکہ وہ مردوں کی نسبت ان پیشوں میں زیادہ کامیاب بھی رہتی ہیں۔ آج ہم ایک ایسی ہی خاتون کا ذکر کر رہے ہیں، جس نے اپنے قلبی لگاؤ اور محنت سے طب کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔

فلورنس نائٹ انگیل

نرسنگ ایک مقدس پیشہ ہے۔ اگرچہ مرد بھی اس پیشے سے وابستہ ہوتے ہیں، لیکن زیادہ تر عورتیں یہ فریضہ ادا کرتی ہیں۔ آپ کسی بھی ہسپتال میں جا کر دیکھیں، تو ڈاکٹروں کے شانہ بشانہ نرسیں بھی مریضوں کی دلجوئی، مدد، علاج معالجے اور دیکھ بھال میں مصروف عمل نظر آتی ہیں۔ اگرچہ زمانہ قدیم میں خواتین مریضوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کرتی رہی ہیں، لیکن اٹھارھویں صدی کے وسط تک نرسنگ ایک معمولی پیشہ سمجھا جاتا تھا، اور اس میں چند غیر تربیت یافتہ افراد ہی حصہ لیا کرتے تھے۔ ایک عظیم خاتون فلورنس نائٹ انگیل (Florence Nightingale) نے خدمت کے بے لوث جذبے سے سرشار ہو کر اس پیشے کو ایک معزز اور باوقار پیشہ بنا دیا۔ چنانچہ آج دنیا بھر میں لاکھوں خواتین اس پیشے سے وابستہ ہیں۔

فلورنس نائٹ انگیل (1910ء۔1820ء) میں اٹلی کے شہر فلورنس میں ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئیں اور اس شہر کا نام بعد میں ان کے نام کا حصہ بنا۔ ان کا بچپن انگلستان میں گزرا۔ اگرچہ ان کی والدہ سخت مزاج خاتون تھیں، لیکن نائٹ انگیل بچپن ہی سے صبر، حوصلے اور ایثار سے کام لیتی تھیں۔ گویا وہ نرسنگ کا مزاج لے کر پیدا ہوئی تھیں۔ انھوں نے گھر والوں کی مخالفت کے باوجود نرسنگ کا فن پوری توجہ سے سیکھا۔ اس پیشے سے ان کی وابستگی اس قدر ہوئی، کہ انھوں نے اپنی ہر خواہش کو اس خدمت پر قربان کر دیا۔ انھیں بحیثیت نرس خدمت کے دوران معاشرے کے عالی مرتبت اشخاص کی جانب سے شادی کا پیغام دیا گیا، لیکن انھوں نے شادی کو نرسنگ کی خدمت میں حائل سمجھ کر انکار کر دیا۔

فلورنس نائٹ انگیل کی زندگی خدمتِ خلق میں بسر ہو رہی تھی، کہ جنگِ کریمیا میں ان کی شرکت انھیں زندگی کے ایسے موڑ پر لے آئی، کہ ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ دیگر 38 نرسوں کے ہمراہ انھیں اس جنگ میں زخمیوں کی دیکھ بھال کے لیے بھیجا گیا۔ اس گروپ کی تربیت انھوں نے خود کی تھی۔ 1854ء میں جب وہ سکوتری پہنچیں تو برطانوی زخمی اور بیمار سپاہیوں کی حالت

بدتر تھی۔ ایک بڑی تعداد موت کے منہ میں جا رہی تھی' اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آنکھوں کے سامنے چار ہزار سپاہی لقمۂ اجل بن گئے۔ انھوں نے اپنی ساتھی نرسوں کی مدد سے بڑی جانفشانی سے مریضوں کی دیکھ بھال شروع کی' اور چھے ماہ کی قلیل مدت میں حالات پر قابو پالیا۔ اب سپاہیوں کی شرح اموات 42 فیصد سے کم ہو کر صرف 2 فیصد رہ گئی۔

جب فلورنس نائٹ انگیل جنگ کریمیا سے واپس آئیں تو قوم نے ان کا خوش دلی سے استقبال کیا۔ 50 ہزار پونڈ فنڈ جمع کیا جا چکا تھا۔ فلورنس نے اس فنڈ سے لندن کے سینٹ پال ہسپتال میں نرسوں کی تربیت گاہ قائم کی، جہاں سے نرسوں کا پہلا تربیت یافتہ گروپ 1865ء میں فارغ ہوا۔ اس ادارے کی کارکردگی کو دنیا بھر میں پذیرائی حاصل ہوئی' اور بعد ازاں امریکہ اور دیگر ممالک میں اسی طرح کے نرسنگ سکولز بن گئے۔

فلورنس کو اپنے امیر باپ کی طرف سے وراثت سے اتنا کچھ ملا کہ وہ گھر بیٹھے پرسکون زندگی بسر کر سکتی تھیں، لیکن انھوں نے انسانیت کی خدمت کے لیے زندگی وقف کر دی تھی' اور اس پیشے کو باوقار اور زیادہ مفید بنانے کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ انھوں نے تربیت کے ساتھ ساتھ نرسنگ کا نصاب بھی مرتب کیا۔ اس سلسلے میں ان کی دو کتب ہسپتال کے لیے یادداشتیں (Notes on Hospital) اور نرسنگ کے لیے یادداشتیں (Notes on Nursing) بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

فلورنس نائٹ انگیل کی خدمت کا اعتراف دنیا بھر میں کیا گیا۔ 1883ء میں ملکہ وکٹوریہ نے انھیں رائل ریڈ کراس ایوارڈ دیا، اور 1886ء میں وہ آرڈر آف میرٹ لینے والی پہلی خاتون بن گئیں۔ آخر کار وہ 1910ء میں 90 برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

فلورنس نائیٹ انگیل تو زندگی گزار کر اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئیں، لیکن ان کی خدمات کی وجہ سے نرسنگ کو ایک مقدس اور ممتاز پیشے کا درجہ حاصل ہوا۔ آج بھی ہزاروں خواتین اور مرد اس پیشے سے وابستہ ہو کر انسانیت کی خدمت کرنا اپنے لیے قابلِ فخر تصور کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی نرس کسی مریض کی دیکھ بھال اور خدمت کرتی ہے، تو وہ فلورنس نائیٹ انگیل کو خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیں۔

1۔ نرسنگ کے شعبے میں فلورنس نائٹ انگیل کی خدمات پر تحریر کریں۔

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ فلورنس نائیٹ انگیل کہاں پیدا ہوئیں؟

2۔ فلورنس نائیٹ انگیل اور اس کی ماں کے مزاج میں کیا فرق تھا؟

3۔ کون سی جنگ میں فلورنس نائیٹ انگیل کی صلاحیتیں سامنے آئیں۔

4۔ فلورنس نائیٹ انگیل کی تصانیف کن موضوعات پر ہیں؟

5۔ ملکہ وکٹوریہ نے فلورنس نائیٹ انگیل کو کون سا ایوارڈ دیا؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ اٹھارہویں صدی کے وسط تک نرسنگ

(ا) ایک باوقار پیشہ بن چکا تھا (ب) ابتدائی مراحل میں تھا

(ج) اس سے صرف چند افراد وابستہ تھے (د) سرے سے پیشہ ہی نہیں تھا

2۔ فلورنس نائیٹ انگیل کا بچپن .... میں بسر ہوا

(ا) اٹلی (ب) انگلستان (ج) ترکی (د) فلورنس

3۔ نرسنگ سے ذہنی وابستگی کا یہ نتیجہ نکلا کہ

(ا) نائیٹ انگیل نے تعلیم ترک کردی (ب) نرسنگ کی مزید تعلیم کے لیے انگلستان چلی گئیں

(ج) شادی کرانے سے انکار کردیا (د) اپنی ہر خواہش کو نرسنگ پر قربان کردیا

4۔ نائیٹ انگیل .... ساتھی نرسوں کے ساتھ جنگ کریمیا میں شریک ہوئیں۔

(ا) 18 (ب) 28 (ج) 38 (د) 48

5۔ نائیٹ انگیل کا ایک اہم کام یہ ہے کہ:

(ا) انھوں نے نرسنگ کو باوقار پیشہ بنادیا (ب) خواتین کے لیے اسے پرکشش بنادیا

(ج) نرسنگ کا نصاب مرتب کردیا (د) ساری زندگی نرسنگ کے لیے وقف کردی

(د) سبق کے متن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مناسب لفظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

1۔ فلورنس نائٹ انگیل .... میں پیدا ہوئیں۔ (1820ء، 1830ء، 1840ء)

2۔ فلورنس نائٹ انگیل نے بچپن .... میں گزارا۔ (فلورنس، اٹلی، انگلستان)

3۔ فلورنس نائٹ انگیل کی دیکھ بھال کے بعد شرح اموات .... رہ گئی۔ (2فیصد، 10فیصد، 20فیصد)

4۔ قوم نے اسے .... پونڈ قومی خدمات کے لیے دیے۔ (20ہزار، 50ہزار، 75ہزار)

5۔ فلورنس نے .... سال کی عمر میں وفات پائی۔ (80سال)، 90سال، 100سال)

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ فلورنس نائیٹ انگیل کی تصویر لگا کر ان کے سوانحی کوائف درج کر کے چارٹ بنائیں۔ نیز ان کی تصانیف کے نام بھی درج کریں۔

2۔ چند طلبہ کسی ہسپتال یا نرسنگ ہوم میں جا کر ایک نرس کا انٹرویو کریں۔ اس کے فرائض اور مشکلات نوٹ کریں اور واپس آ کر اپنے ساتھی طلبہ کو بتائیں۔

3۔ ایک نرس کے فرائض کا چارٹ مرتب کر کے آویزاں کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ اگر آپ کو، آپ کے کسی رشتہ دار یا دوست کو ہسپتال میں رہنے کا تجربہ ہوا ہے تو وہاں ایک نرس کے پیشے سے وابستگی کے بارے میں اپنے مشاہدات سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

سری اربندو گھوش

سری اربندو گھوش (Aurbindu Ghoosh) (1950-1872) گوناگوں خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ ایک متحرک سیاسی رہنما، صوفی، مفکر، شاعر، فلسفی، یوگی اور روحانیت کے ماہر تھے۔ اتنی خوبیاں کم کم لوگوں میں ہوتی ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے خطوط کے مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

سری اربندو گھوش

سری اربندو 15 اگست 1872ء کو کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ڈاکٹر گھوش ترقی پسند خیالات کے حامل تھے۔ انھوں نے طب کی تعلیم برطانیہ میں پائی تھی۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کے بچے مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگ جائیں اور مشرقی تہذیب کے اثرات ان پر نہ پڑیں، بلکہ ہند کی تہذیب کا سایہ بھی ان پر نہ پڑنے پائے۔ انھوں نے اپنے بچوں کو دارجلنگ کے کانونٹ سکول میں داخل کرایا' اور تھوڑے ہی عرصے بعد وہ اربندو اور ان کے دو بھائیوں کو مانچسٹر لے گئے۔ اس وقت اربندو کی عمر صرف سات سال تھی۔ ان بچوں کو ایک پادری ڈریوٹ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔

جناب مسٹر ڈریوٹ نے اربندو کو لاطینی زبان اچھی طرح سے سکھادی، اور وہ اس لائق ہو گئے کہ سینٹ پال سکول میں داخلہ حاصل کر سکیں۔ اس ادارے میں انھوں نے یونانی زبان میں بھی مہارت حاصل کی۔ تعلیم مکمل ہونے پر اربندو وطن لوٹ آئے۔ 1893ء میں جب وہ ہندوستان لوٹے تو وہ بڑودے کالج میں استاد مقرر ہوئے۔ بعدازاں وہ اسی کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ ان دنوں آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔ انھوں نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ وہ جنگانتر پارٹی کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ ایک انقلابی پارٹی تھی جو زیرِ زمین رہ کر انقلاب برپا کرنے کے لیے کوشش کر رہی تھی۔ اربندو بنگال کے ایک قوم پرست اخبار "بندے ماترم" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ بنگال کی تقسیم میں وہ اہم رہنما کے طور پر شریک رہے۔

ایک مقدمے کے نتیجے میں وہ کولکتہ جیل میں قید کیے گئے تھے۔ اس جیل میں ان پر علی پور سازش اور بغاوت کا مشہور مقدمہ چلا۔ یہیں انھیں گیتا کے مطالعے کا موقع بھی ملا۔ انھیں کچھ روحانی تجربات بھی حاصل ہوئے۔ ایک ہندو فلسفی نے یوگا کی مشقوں میں ان کی رہنمائی کی۔ اب ان کا ذہن بدلنے لگا۔ وہ سیاست سے روحانیت کی طرف مائل ہوئے۔ اس دوران 1910ء میں وہ علی پور سازش کیس سے باعزت بری ہوئے' اور کولکتہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خدا حافظ کہہ کر وہ پانڈی چری میں جا بسے۔

1914ء میں انھوں نے پانڈی چری سے 64 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ جاری کیا جو چھے سال سے زیادہ عرصے تک ان

کے نظریات کا ترجمان رہا۔ اس میں ان کے طویل مضامین قسط وار بھی شائع ہوئے اور ان کے مختصر مضامین بھی اس رسالے کی زینت بنے۔

1928ء میں انھوں نے ''ملکوتی ماں'' کا تصور پیش کیا۔ یہ مافوق الفطرت ایک آسمانی ملکوتی ہستی کا تصور تھا جو شعور اور قوت کا مرکز بھی اور ان کے بقول یہ ہستی اپنی چار قوتوں سے کائنات کی رہنمائی کرتی ہے۔ انھوں نے اس ہستی کی توجہ حاصل کرنے کی شرائط بھی بیان کیں، انھوں نے بالائی شعور کا فلسفہ بھی پیش کیا۔

سری اربندو دولت کو ایک اہم قوت تصور کرتے ہیں، بلکہ وہ مال وزر کو ایک خدائی قوت قرار دیتے ہیں جو خدا ہی بندوں کو دیتا ہے جبکہ دولت روئے زمین پر یہ اہم کام سرانجام دیتی ہے۔

سری اربندو کی زیادہ تر تحریریں انگریزی میں ہیں لیکن ان کے تراجم بنگالی، گجراتی، سنسکرت، فرانسیسی، ڈچ، ہسپانوی اور فارسی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی کیے گئے ہیں، وہ شاعر بھی تھے۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے ان کی تعریف میں اشعار بھی کہے ہیں۔ ان کی ایک روحانی آزاد نظم چوبیس ہزار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ سری اربندو 1950ء میں فوت ہو گئے مگر اپنے فکروفن کی وجہ سے وہ آج بھی زندہ ہیں اور بنگال کے مؤثر رہنماؤں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

1۔ سری اربندو کی شخصیت اور فلسفے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

2۔ سری اربندو نے زبانوں کی تعلیم کہاں اور کب حاصل کی؟

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ سری اربندو گھوش کن صلاحیتوں کے مالک تھے؟

2۔ سری اربندو گھوش نے ابتدائی تعلیم کہاں پائی؟

3۔ انھوں نے گیتا کا مطالعہ کہاں کیا تھا؟

4۔ ان کا جاری کردہ رسالہ کتنے سال جاری رہا؟

5۔ سری اربندو کس چیز کو بڑی قوت سمجھتے تھے؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ سری اربندو کے والد کی خواہش تھی کہ ان کے بچے

(ا) اعلیٰ تعلیم حاصل کریں　　(ب) روحانیت کے ماہر ہوں

(ج) ہند کی تہذیب سے بچے رہیں　　(د) ا، ب، ج

2۔ سری اربندو نے سینٹ پال سکول سے.................زبان سیکھی۔

(ا) لاطینی (ب) یونانی (ج) ہندی (د) انگریزی

3۔ وہ.................پارٹی کے بانیوں میں سے تھے۔

(ا) کانگرس (ب) جنگانتر (ج) بنگہ پارٹی (د) عوامی لیگ

4۔ سری اربندو نے رسالہ.................سے جاری کیا۔

(ا) کول کتہ (ب) دہلی (ج) پانڈی چری (د) ڈھاکہ

5۔ سری اربندو کی تصانیف.................زبان میں ہیں۔

(ا) انگریزی (ب) سنسکرت (ج) بنگالی (د) ہسپانوی

(د) کالم (الف) کا رابطہ کالم (ب) سے کریں اور جواب کالم (ج) میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
پیدائش	1928ء	
لاطینی	آزاد نظم	
ملکوتی ماں	کلکتہ	
وفات	ڈریوٹ	
24000	1950ء	

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں

1۔ سری اربندو کی سوانحی تفاصیل کا ایک چارٹ بنائیے اور اسے کمرۂ جماعت میں چند دن تک آویزاں رکھیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ پر واضح کریں کہ بڑی شخصیات میں بہت زیادہ صلاحیتیں ہوتی ہیں وہ ان صلاحیتوں اور محنت کے زور پر بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہیں۔ اتار چڑھاؤ بھی انسانی زندگی کا حصہ ہے۔

2۔ مزید مطالعہ کر کے طلبہ پر "ملکوتی ماں" کا تصور واضح کیا جائے۔

فرہنگ

مذہب کی ذاتی اور نفسیاتی اہمیت

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ادوار	دور کی جمع، زمانے	وافر	کثرت سے
صحیفے	چھوٹی کتابیں جو بعض پیغمبروں پر نازل ہوئیں	اجتناب کرنا	بچنا
آفات	بلائیں، مصیبتیں	مباحث	بحث، تفتیش کرنا
بیا	ایک چھوٹا سا پرندہ	سگمنڈ فرائیڈ	آسٹریا کا ماہر نفسیات
ژونگ	ایک ماہر نفسیات جو فرائیڈ کا شاگرد بھی تھا	ایڈلر	ایک ماہر نفسیات
تحت الشعور	شعور اور لاشعور کا درمیانی پردہ	میلانات	رجحانات
توکل	بھروسا	بدگوئی	بدکلامی
جبلت	فطری عادت	خلش	کھٹک، چبھن
توانا	طاقت ور	روگ	دکھ، وبال، جنجال
مذہب، سماج اور اخلاق			
استوار کرنا	مضبوط بنانا	عمرانیات	انسان کے رہن سہن اور معاشرت کا علم (Sociology)
استحکام	مضبوطی	کان دھرنا	توجہ دینا
علم بردار	جھنڈا اٹھانے والا، پیش پیش	ماخذ	منبع، سرچشمہ
خاصہ	خاصیت، خاص بات	پذیرائی	منظوری
دستور العمل	طور، طریقہ، کام کا طریقہ		
مشکلات کے حل میں مذہب کی رہنمائی			
مصائب	مصیبتیں	بحران	نازک حالت، طبیعت اور مرض کے مقابلے کا دن

اکلوتی	اکیلی، تنہا	اعزا	عزیز کی جمع، رشتے دار
نجی	ذاتی		
گناہ اور جُرم کا تصور			
ازل	وہ زمانہ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو، آغازِ خلقت	سرشت	فطرت
تحسین	تعریف، مرحبا	تدارک	درستی، اصلاح
تلافی	ازالہ		
جین مت۔ تعارف اور ارتقا			
جین	فاتح	ابدی	غیر فانی، جس کی کوئی حد نہ ہو
تیرتھنکر	جین مت کا بڑا رہنما (کُل چوبیس تیرتھنکر مانے جاتے ہیں)	نفس کُشی	خواہشات کو کچل دینا
آواگون	یہ عقیدہ کہ روح موت کے بعد دوسرے جسم میں آجاتی ہے	پرچارک	پرچار کرنے والا، مُبلغ
ارتقا	ترقی، بڑھاوا		
مہاویر۔ تعارف اور بنیادی تعلیمات			
مہاویر	عظیم ہیرو	کنفیوشس	کنفیوشی مذہب کے بانی
ریاضت	مشقت، نفس کُشی	حشرات الارض	کیڑے مکوڑے
مصلح	اصلاح کرنے والا	فروعی	شاخیں، اضافی، اختلافی
خود ضبطی	اپنی خواہشات پر قابو پانا	کھشتری	ذات پات کی تقسیم میں ایک طبقہ جو دفاع کرتا ہے
کشکول	بھیک مانگنے کا پیالہ		
خدا کی عظمت			
درہم برہم ہونا	تلپٹ ہونا، اوپر نیچے ہونا	پالن ہار	پالنے والا

اوتار	ہندو عقیدے کے مطابق خدا یا دیوتا کا انسانی شکل میں آ کر لوگوں کی اصلاح کرنا	کثرت نمائی	زیادہ روپ میں آنا
عبادت گاہیں اور نظام ہائے عبادت کے انسانی رویوں پر اثرات			
سیوا	خدمت	اشنان کرنا	نہانا
گنگا جل	دریائے گنگا کا پانی	پروہت	خاندانی برہمن جو موت اور بیاہ کی رسوم ادا کرتا ہے
کاتک	ہندی سال کا ساتواں مہینا (تقریباً 15 اکتوبر سے 15 نومبر تک)	پوتر	پاک
نروان	نجات	لامہ	بدھ مت کا مذہبی رہنما
خبیث	گندہ، ناپاک، بدظن	بھکشو	تارک الدنیا بدھ
استطاعت	طاقت، حیثیت	سمرن	ذکر الٰہی
پرشاد	ہم وزن آٹے، میٹھے اور گھی کا حلوہ		
عبادت کے انسانی زندگی پر اثرات ۔ مذاہب عالم کی روشنی میں			
غصب کر لینا	ناجائز قبضہ کر لینا	بغض	عداوت، کینہ
مُراقبہ	سب چیزیں چھوڑ، گردن جھکا کر خدا کی طرف دھیان دینا	چِلّہ کشی	چالیس روز تک گوشہ میں بیٹھ کر کوئی عمل کرنا
عالمی مذاہب میں اخلاقی اقدار			
دل پسیجنا	رحم آنا	فریب	دھوکا
پھندے	جال، دام، رسی یا تار کا حلقہ	حقوق العباد	مخلوق کے حقوق، بندوں کے حقوق
عفو	معافی	درگذر	بخشش
راست رو	سیدھا چلنے والا	راست باز	ایمان دار، دیانت دار
ثمرہ	پھل		

انسانی کردار سازی پر احتساب کے اثرات			
تخریب	توڑ پھوڑ	محاسبہ	پڑتال یا حساب
مواخذہ	گرفت، باز پرس	شتر	اونٹ
مہار	نکیل	محتسب	حساب لینے والا
مذہبی تعلیمات میں پابندیٔ وقت			
نظام الاوقات	ٹائم ٹیبل	فضیلت	بڑائی، برتری
عبادت گاہوں کے آداب			
مؤدب	باادب	قبلہ رُو ہونا	خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا
عوامی مقامات کے آداب			
دستاویزی	تحریری شکل میں	روایات	سینہ بہ سینہ بات آگے بڑھنا
استحقاق	حق	مربوط پرواز	ایک پرواز سے اتر کر دوسری پرواز پکڑنا
ارسطو			
دانش	عقل	نظیر	مثال
فلاسفہ	فلسفی کی جمع		
کانٹ			
خیر و شر	اچھائی برائی	محرک	تحریک دینے والا، آمادہ کرنے والا
نظام شمسی	سورج کے گرد سیاروں کی گردش		
امام غزالیؒ			
کسب فیض کرنا	فائدہ اٹھانا	یادداشتیں	نوٹس، تحریریں

فلورنس نائٹ انگیل			
ایثار	قربانی	شانہ بشانہ	ساتھ ساتھ
جنگ کریمیا	روس اور فرانس (اور اس کے اتحادیوں) کے درمیان لڑی جانے والی جنگ		
سری اربندو گھوش			
گیتا	ہندوؤں کی مقدس کتاب	مافوق الفطرت	فطرت سے ہٹ کر
رابندر ناتھ ٹیگور	بنگال کا معروف شاعر	یوگی	سادھو، جوگ لینے والا شخص
ملکوتی	فرشتوں جیسا		

مصنفین کا تعارف

ڈاکٹر محمد شفیع مرزا

پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع مرزا نے ادارہ برائے تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب، لاہور میں 30 سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ وہ دس سال تک صدر شعبہ بھی رہے۔ انھوں نے دورانِ ملازمت انڈیانہ یونیورسٹی (امریکہ) سے تدریسی تربیت بھی حاصل کی اور ملازمت سے فراغت کے بعد عالمی بنک کے تعاون سے چلنے والے آزاد کشمیر کے ایک منصوبے میں بطور مشیر بھی کام کرتے رہے۔ ان کے زیر نگرانی میں کئی طلبہ پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالات مکمل کر چکے ہیں۔ وہ قومی نصاب سازی کی کمیٹی برائے فنی و زرعی مضامین، حکومت پاکستان، اسلام آباد کے 1984ء سے رکن ہیں۔ ان کے بہت سے تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں اور دیگر کئی اشاعتی اداروں نے ان کی ایک درجن سے زائد کتب بھی شائع کی ہیں۔ وہ آج کل تخیلاتی جامعہ (ورچوئل یونیورسٹی) سے وابستہ ہیں۔

ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی

ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی نے جامعہ پنجاب کے ادارہ برائے تعلیم و تحقیق سے تعلیم میں ماسٹر کی سند اول بدرجہ اول حاصل کی۔ اس کے بعد ایم فل اور پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں۔ محکمہ تعلیم حکومت پنجاب میں طویل مدت تک تدریسی اور انتظامی امور سرانجام دینے کے بعد آج کل جامعہ پنجاب کے ادارہ برائے تعلیم و تحقیق اور پنجاب سائنس کالج لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اقبال اکادمی پاکستان کے دائمی رکن ہیں۔ اکادمی نے ان کی دو کتابیں شائع کی ہیں۔ تحقیق اور نصابیات ان کے خاص میدان ہیں۔ ان کے بہت سے مقالات و مضامین ملکی و غیر ملکی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، آفاق اور دیگر کئی اداروں نے فاضل مصنف کی ایک درجن سے زائد کتابیں شائع کی ہیں۔